

تحفُ الاخوان

حضرت الملک صوفی عبدالحید صا. صدیقی نقشبندی مجددی

جامع مسجد جمال مصری شاہ

لاہور



إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ

تحفة الإخوان

امیت بہیت آداب مرشد شجرہ طیبہ

و ختم خواجگان نقشبندیہ مجددیہ



حضرت الحاج صوفی عبدالمجید صاحب نقشبندی مجددی



جملع مسیحی جمال مصری شاہ

لاہور

تعداد اشاعت _____

مطبع _____ اردو ڈائجسٹ پریس

کتابت _____ محمد اسلم نقشبندی مجددی

ہیمہ _____ ۵/- روپے

جامع مسجد جمال

مصری شاہ عزیز روڈ لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَكَفَى وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى حَبِيبِهِ
مُحَمَّدٍ الْمُصْطَفَى وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ بِرَحْمَةِ الرَّحْمَنِ

✽

اما بعد۔ اضعف العبد فقير عبد المجيد عفی عنہ عرض پرواز ہے کہ آغاز

تحریر کے وقت ارادہ فقط شجرہ مقدسہ حضرات خاندان نقشبندیہ مجددیہ اور چند ضروری
وظائف کے کھنے کا تھا۔ لیکن یہ محسوس کرتے ہوئے کہ بعض احباب طریقت کے دلوں
میں نادانیت کی وجہ سے یا مخفی تصوف کی باتوں کے سننے سے ایسے ایسے وساوس
اور الجھنیں کر دیتی رہتی ہیں۔ جنہیں وہ کسی کے سامنے بیان کرنے سے شرماتے ہیں۔
حالانکہ وہی الجھنیں انہیں تذبذب و تامل کا شکار بنائے رکھتی ہیں۔ ان کے لئے ننگِ راہ
بنی رہتی ہیں اور اس راہ میں ہمت و حوصلہ سے قدم اٹھانے میں مانع ہوتی ہیں۔ خصوصاً
طریقت اور اہل طریقت کے آداب سے نادانیت تو اکثر مستعد طالبوں کو بھی پریشان
کئے رکھتی ہے۔ لہذا ان احباب کی دعائیں حاصل کرنے کے لیے چند مفید مضامین کا اضافہ
کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کمترین و جملہ احباب کو ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَبِاللَّهِ التَّوْفِيقُ وَبِهِ نَسْتَعِينُ

عجب نہ بود کز و مایا دند، کہ ہستی را نہ مے بینم بقائے
مگر صاحب دے روزے بر حمت کند و حق ایں مسکین دعاے

”عجب نہیں کہ اسی سے میری یاد رہے کیونکہ میں اپنی ہستی کے لیے بقا نہیں دیکھتا
مگر کوئی صاحب دل کسی روز ازراہ کرم اس مسکین کے حق میں دعا فرما دے گا۔“

یہ دیکھ کر کہ فقر و تصوف کی اکثر اصطلاحات قرآن و حدیث میں نہیں ملتیں۔ اور
خاص کر جہلا کے اس قول سے کہ ”جی شریعت اور ہے اور فقری اور ہے۔“

یہ وہم ہوتا ہے کہ شاید یہ کوئی شریعت سے جدا گانہ علم ہے۔ جو بعد میں رائج ہوا
یا قرآن و حدیث کے علاوہ ہے۔ ہرگز یوں نہیں بلکہ فقر و تصوف اسلام کی وہ روح روان
ہے جس کے بغیر تمام اعمال محض تکلف و ریاکاری ہیں دین اسلام بندوں کے لیے کامل تر
دین و جامع ترین پیام رحمت ہے۔ جسمانی، روحانی، اخلاقی و معاشرتی و انفرادی و اجتماعی
تمام ضرورتوں کا کفیل ہے لیکن خداری و خلاشناسی اس کا اصل مقصد ہے۔ اس پر خاص
طور پر زور دیا ہے اور یہی تصوف ہے۔

اے دوست شریعت اسلام سراپا اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ کا مجموعہ ہے
یا بولیں کہ اسلام کی بنیاد ہی اوصاف حمیدہ پر رکھی گئی ہے۔ اسی لئے اللہ عزوجل نے
حضور پر نور، حبیب ربیب سرور کائنات علیہ التحیۃ والتسلیمات کی شان میں فرمایا: **وَإِنَّكَ**
لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ کہ بیشک آپ خلق عظیم پر ہیں۔ اور اگر مجھ سے پوچھا جائے تو کہوں
گا کہ شریعت عزرا کے ہر حکم کے تحت ایک سیراوب ہے جس کی بنا پر وہ حکم صادر ہوا۔ اگر
اللہ عزوجل کو منظور ہوا۔ تو اس چیز کو کسی دوسری کتاب میں واضح طور پر عرض کروں گا۔
”تصوف“ اسلام میں اس نعمت عظمیٰ سے خصوصیت کے ساتھ ممتاز ہے۔

تصوف کی حقیقت پر حتمی بھی عبارتیں یا سخن ہیں۔ سب درجے بہا اور گوہر حقیقت
 ہیں۔ لیکن جو سخن مجھے بہت پسند آیا ہے۔ وہ حضرت ابو الحسن رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ جو آپ
 نے فرمایا۔ لَیْسَ التَّصَوُّفُ رُسُومًا وَلَا عُلُومًا وَلَا كُنْهٌ اخْلَاقٌ۔
 یعنی تصوف نہ رسم ہے (کہ مجاہد سے یا بناوٹ سے حاصل ہو سکے) اور نہ ہی علم ہے۔
 (کہ پڑھنے پڑھانے سے حاصل ہو سکے) لیکن یہ سراپا اخلاق ہی اخلاق ہے۔
 حضرت جنید فرماتے ہیں۔ التَّصَوُّفُ كُلُّهُ خُلُقٌ فَمَنْ زَادَ عَلَيْكَ فِي
 الْخُلُقِ زَادَ عَلَيْكَ فِي التَّصَوُّفِ۔ تصوف سراپا خلق ہے۔ پس جو شخص خلق میں
 بڑھ گیا تصوف میں بڑھ گیا۔ معلوم ہوا محض پیری مریدی اور ہے اور تصوف خلق اور ہے
 اور خلق یعنی خورے نیک و طرح پر ہے۔ ایک اللہ عز و جل کے ساتھ اور دوسرے مخلوق
 کے ساتھ۔ اور خلق سے نیک خورے کے یہ معنی ہیں کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروانا جائے
 اس کی قضا و قدر پر راضی رہا جائے۔ اس کے اوامر و نواہی کی اطاعت کی جائے۔ اسی
 پر بھروسہ رکھا جائے۔ اس کی اطاعات و عبادات میں کمال نیاز مندی، اخلاص
 اور عدم تکلف ہو۔ علیٰ ہذا القیاس اور وہ خورے نیک جن کا تعلق مخلوق کے ساتھ
 ہے۔ مراتب کے لحاظ سے ہے۔ جس میں سب سے مقدم اور زیادہ حق دار سید المرسلین
 شفیع المذنبین، رحمۃ اللعالمین، جناب خدا۔ اشرف انبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلوات
 اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ ہیں۔ جن کی تعظیم و توقیر میں مبالغے سے کام لینے کو خود اللہ عز و جل
 نے ارشاد فرمایا۔ وَتَعَبَّرُوا لَهُ وَتَوَقَّرُوا لَهُ یعنی میرے حبیب کی بہت مدد و اور
 بہت توقیر کرو۔ دونوں مبالغے کے صیغے ہیں۔

آپ کے بعد خلفائے راشدین، اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اصحاب کرام

آئمہ اولیاء علمائے ربانی، والدین علیٰ ہذا القیاس یہ سلسلہ ہر مسلمان سے ہر مسلمان تک پہنچتا ہے۔ ہر ایک کا سلسلہ ادب ایک دوسرے سے وابستہ ہے۔ بلکہ حیوانات، جمادات ہر ذرہ کائنات تک اسلامی اخلاقی کا دائرہ وسیع ہے۔

یوں تو ہر صاحب علم کی تعظیم و ادب کا حکم آیا ہے۔ کتب احادیث مقدسہ بھری پڑی ہیں۔ جن میں سے صرف دو احادیث نقل کی جاتی ہیں۔

قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ النَّظَرُ إِلَى وَجْهِ الْوَالِدِ عِبَادَةٌ
وَالنَّظَرُ إِلَى الْكُعْبَةِ عِبَادَةٌ وَفِي الْمَصْحَفِ عِبَادَةٌ وَالنَّظَرُ
إِلَى وَجْهِ الْعَالِمِ عِبَادَةٌ مَنْ تَرَادَّ عَالِمًا فَكَانَ تَارِدًا
وَمَنْ صَافَحَ عَالِمًا فَكَانَ صَافِحًا فَحَنِيٌّ وَمَنْ جَالَسَ عَالِمًا
فَكَانَ تَارِدًا جَالِسًا وَمَنْ جَالَسَنِي فِي الدُّنْيَا جَلَسَهُ اللَّهُ مَعِيَ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ (کنز العرفان)

ترجمہ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے اور کعبۃ اللہ شریف کی زیارت کرنا عبادت ہے اور قرآن شریف کی طرف نظر کرنا عبادت ہے اور عالم کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔ جس نے زیارت کی عالم کی گویا اُس نے زیارت کی میری اور جس نے مصافحہ کیا عالم سے گویا اُس نے مصافحہ کیا مجھ سے۔ اور جو شخص عالم کی مجلس میں بیٹھا۔ وہ گویا میری مجلس میں بیٹھا۔ جو شخص میری مجلس میں بیٹھا دنیا کے اندر اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن میرے ساتھ بیٹھائے گا۔

۱۔ وہ لوگ جو اپنی مجلسوں اور عبارتوں کو علمائے ربانی کے استہزاء و تمسخر سے زیت دینے کی کوشش کرتے اور فخر کرتے ہیں۔ ذرا سرور کون و مکان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد علماء کی شان میں ٹھہریں

نیز ارشاد فرمایا: اَلْعُلَمَاءُ وَرِثَةُ الْاَنْبِيَاءِ کہ علماء انبیاء کے وارث و جانشین ہیں۔ یہ توقیر و تعظیم تو بالعموم ہے لیکن جس عالم سے علم حاصل کیا جائے اور اس کو دینی علوم میں استاد کروانا جائے تو اُس کے حقوق دوسروں کے حقوق سے کہیں بالاتر ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ طالب نے حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اپنے درمیان استاد کو واسطہ اور وسیلہ کروانا ہے۔ اس مبارک و معزز وساطت و توسل کی شرافت کی وجہ سے اس استاد کے حقوق بھی حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقوق کے تحت آجاتے ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہیں یا کسی اور بزرگ اُمت علیہ الرحمۃ کا قول ہے: مَنْ عَلَّمَنِي حَرْفًا فَهُوَ مَوْلَايَ جس نے مجھے ایک حرف بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کا سکھایا۔ وہ میرا آقا و مولا ہے

اسی طرح تمام مشائخ و اولیائے عظام علیہم الرحمۃ کی تعظیم و توقیر واجب ہے لیکن جس شیخ کامل کے دست حق پرست پر بیعت کی جائے۔ اس کو اپنا مرشد و مہر گردانا جائے اور اُس کا توسل حاصل کیا جائے تو اُس کے حقوق بھی نیابت کی وجہ سے حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقوق کے تحت آجاتے ہیں۔ لہذا جو آداب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے سکھائے گئے ہیں۔ شیخ و مرشد کے لیے انہیں آداب کی رعایت و نجات لازمی ہے سوائے ان آداب کے جو نبی کے لئے مخصوص ہیں۔

فقیر نے آج تک کسی با ادب کو بے مراد نہیں دیکھا۔ اور کسی بے ادب کو بامراد نہیں

لے فقیر تو علماء اور اولیاء کی تفریق کا قائل ہی نہیں یہ تو ہماری آپ کی قائم کردہ ہے نہ ہی قرآن و حدیث نے کسی جگہ دونوں کو الگ کیا ہے۔ قرآن و حدیث تو جامعیت چاہتے ہیں۔ لیکن چونکہ ہمارے ذہنوں میں وہ الگ چیزوں کا تصور ہے۔ اس لئے فقیر نے بھی دو ہی طرح لکھا ہے۔

دیکھا۔ سچ کہا بزرگوں نے "با ادب بامراد" بے ادب بے مراد "اور بندہ تو اس نتیجہ پر
 پہنچا ہے کہ اسلام میں جتنے بھی باطل فرقے پیدا ہوئے ہیں وہ سب اولیاء و علماء علیہم الرحمۃ
 کے آزار کے نتائج ہیں۔ جس بھی باطل فرقے کے بانی کی زندگی کا مطالعہ کیا گیا۔ اس میں
 یہی چیز نمایاں طور پر نظر آئی کہ ابتداء میں ہی اُس نے اپنی شوخی و طبع اور گستاخانہ
 روش سے اپنے استاد یا مرشد کے دل کو آزر دہ کیا۔ ان کی چشم پوشی و درگزر کرنے
 سے غلط مفہوم لیا۔ بلکہ ان کے روکنے اور منع فرمانے پر وہ اور زیادہ متمایا۔ حتیٰ کہ نظروں
 سے گرا۔ اور اس کی طرف سے اس رہنما کے دل میں کدورت بیٹھ گئی۔ اور وہ گستاخ
 اپنی تیزی و قابلیت پر اتر آیا۔ اور شیطان آیا۔ اور اس کے علم و کمال کو اس کی نظر میں
 مزین کیا۔ یہاں تک کہ اپنی رعونت، خود پسندی، اور عجب کی واوی میں مقید کر دیا گیا اور
 جب شیطان نے چاہا۔ اس میں سے اس کے علم و کمال کی آڑ میں بولنا شروع کیا۔
 جب بے ادب ہوا خود رائے ہوا۔ جب خود رائے ہوا گمراہ ہوا۔ چنانچہ حدیث شریف
 میں ہے۔ مَنِ اسْتَعْنَى بِرَأْيِهِ حَلَّ جَوارِہِ رَاۓ کے ساتھ بے پرواہ ہوا گمراہ
 ہوا ایسے گمراہ کے متعلق قرآن مجید میں ہے۔ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُ قَوْلَهُ
 فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يَسْهَوُ اللّٰهُ عَنِ مَا فِي قُلُوْبِهِ وَ هُوَ اللّٰهُ الْخَصَّامُ
 اور لوگوں میں سے ایک وہ ہے کہ تعجب میں ڈال دیتی ہے آپ کو اس کی بات دنیا کی
 زندگی میں اور وہ اپنے دل کی بات پر خدا کو گواہ لاتا ہے اور وہ سخت جھگڑا لڑتا ہے۔
 یہ شیرہ کرم ہے کہ جب کسی کو کچھ دیا جاتا ہے تو روکنے کے وقت
 اس سے وہ واپس نہیں لیا جاتا۔ جیسا کہ شیطان کے حال سے اللہ عز و جل نے ہم
 کو خبر دی۔ تاکہ وہی کمال اُس کے خلاف قیامت کے روز حجت ہو۔ اللہ علشانہ سے

فرمایا ہے کہ وہ ہمیں ادب کی راہ پر قائم رکھے اور گستاخی دے اور بی سے بچائے آمین
اے دوست! خوب جان لے کہ ہر چیز کی ایک حقیقت ہوا کرتی ہے اور ایک رسم۔
حقیقت رسم کی پابند و محتاج نہیں ہوا کرتی۔ لیکن حقیقت کی موجودگی میں رسم اس کا زیور
ہوا کرتی ہے اور حقیقت کی عدم موجودگی میں رسم مذموم و بدعت رہ جاتی ہے۔ سب
سے پہلے اس اہم حقیقت کو پیش نظر کر لیں کہ خالص دینی علوم مثلاً علم حدیث،
علم تفسیر، علم فقہ وغیرہ جن ضابطوں اور اصطلاحوں کے زیور سے مزین ہو کر آج ہمارے
سامنے موجود ہیں۔ محمد رسالت پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ان میں سے کوئی شے
بھی نہ تھی اور اس خاص لحاظ سے یہ سب بدعت ہیں۔ خود سنت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم ہی کو لیجئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں تو اتنا ہی تھا کہ جو عمل
مبارک روزمرہ کی زندگی میں دیکھا جاتا "سنت" کہلاتا۔ اور جو سخن پاک فرمایا جاتا وہ
"حدیث" کہلاتا۔ لیکن آج! علم حدیث و سنن ایک مستقل و مخصوص فن ہے جس میں
سینکڑوں اصطلاحات جس کے اصول پر تصانیف کے دفتر، جس کے مختلف شعبے
اور شاخیں ہیں۔ جس کے سیکھنے کیلئے برسوں کی محنت اور اساتذہ کابلیں کی ہدایات
اللہ ضروری ہیں۔ بایں ہمہ محدثین کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی کاوشوں کو کوئی شخص
بدعت کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ یہی حال آئمہ تفسیر کی نکتہ سنجیوں اور آئمہ فقہ کے قیاس،
اجتہاد و استنباط کا ہے۔ لغوی معنی کے لحاظ سے تو یہ سب کچھ بدعت ہی ہے۔ لیکن
میں کہوں گا کہ کیا ان علوم کی حقیقت خیر القرون میں موجود نہ تھی۔ کیا صحابہ کرام رضوان
اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین محدث نہ تھے۔ مفسر و فقیہ نہ تھے؟ ضرور تھے لیکن ان مقدس
علوم کی تدریس و اشاعت کیلئے بعد میں اصطلاحات و اصول مرتب کرنے پڑے اور

تصانیف و تراکیف کی ضرورت پڑی۔ حضرت امام بخاری، امام مسلم، امام ابو حنیفہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی جانفتانیوں سے یکسر قطع نظر کر لی جائے تو شریعت اسلام کے پاس باقی کیا رہ جائے گا۔

غرض جو حال فقہ کا ہے تفسیر کا ہے، حدیث کا ہے۔ ٹھیک وہی حال تصوف سلوک کا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس عہد میں نہ لفظ تصوف تھا نہ لفظ سلوک اور نہ ہی احوال و مقامات، اذکار و اشتغال اور نہ ہی پیری مریدی کی اصطلاحات رائج تھیں۔ لیکن کیا صحابہ کرامؓ صوفی نہ تھے؟ سالک نہ تھے؟ صاحبان احوال و مقامات نہ تھے؟ کیا وہ پیر نہ تھے اور کیا وہ مرید نہ تھے؟ بلا شک سب کچھ تھے۔ لیکن جس طرح آئمہ شریعت زمانہ کے حالات و ضروریات کے مطابق قرآن مجید و احادیث مقدسہ سے ظاہری احکام و مسائل اور اصطلاحات استنباط فرماتے رہے اسی طرح آئمہ طریقت و تصوف بھی زمانہ کے حالات کے مطابق احکام و مسائل جن کا تعلق تصفیہ و تزکیہ باطن سے تھا استنباط فرماتے رہے۔ اور اصطلاحات خود بخود تجرید ہوتی گئیں۔ اب اگر صرف الفاظ و اصطلاحات کی بنا پر تصوف و طریقت کو بدعت کہنا ہے۔ تو پھر اس خاص لحاظ سے تو خود موجودہ فن حدیث بھی بدعت ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں نہ کوئی فن اسماء الرجال تھا نہ حرج، و تعدیل کے اصول تدوین ہوئے تھے۔ نہ 'ضعیف' و 'موضوع' کی اصطلاحات وضع ہوئی تھیں۔ اور نہ کوئی مرفوع، و مواتر، و صحیح، و حسن و غریب کی بحثوں سے آشنا ہوا تھا۔ لیکن اگر لفظ و اصطلاح کی بحث سے گزر کر اصل حقیقت تک پہنچنا مقصود ہے تو جس طرح ہر صحابی بزم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر صحبت یافتہ دربار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر حاضر و غائب مفسر تھا

محدث تھا اور فقیہ تھا۔ اسی طرح صوفی بھی تھا اور بلا استثناء ہر صحابی مرید بھی تھا اور سب کے پر مرشد کل سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔

اے دوست! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی محض افعال اور ظاہری اعمال کے مجموعہ کا نام نہ تھی۔ پیکرِ خاک کے اندر نورِ پاک جلوہ گر تھا اور اس نور کی تجلی ریزیاں ہر لمحہ اور ہر گھڑی ہوتی رہتی تھیں۔ تمام صحابہؓ ہر حیثیت سے مساوی نہ تھے۔ اپنا اپنا طرف اور اپنی اپنی نظر تھی۔ ہر صاحب کا مذاق طبیعت جدا گانہ تھا۔ اطاعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جہاں کہیں بھی قرآن و حدیث میں ذکر آیا ہے۔ وہاں ظاہری اعمال کی تخصیص تو کہیں نہیں بلکہ جس طرح ظاہری اعمال کی اطاعت و اتباع کا حکم ہے۔ اسی طرح باطنی کا بھی۔ جہاں نماز کے ظاہری ارکان میں اتباع کی جائے۔ وہاں خضوع و خشوع حضورِ قلب اور ذوق و شوق کی بھی اتباع کی جائے اور قلب کو مرتبہ احسان تک پہنچایا جائے۔

قدرتاً ایک بڑی جماعت کی توجہ امورِ خارجی پر زیادہ مبذول رہی لیکن ایک دوسری جماعت بھی برابر موجود رہی۔ جس کی نظر ظاہر سے زیادہ باطن پر، قال سے زیادہ حال پر رہی۔ یہ وہ خوش نصیب تھے۔ جنہوں نے محض "فتح مکہ" کی جلوہ طرازیوں کا تماشا نہیں دیکھا۔ بلکہ غارِ حرا کی خلوت آرائیوں کا مزا بھی چکھا جنہوں نے محض "حَوْضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ" ہی کا پیغام نہیں سنا۔ بلکہ "سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ" کی حقیقت کو بھی پہچانا اور جن کی نگاہیں۔ یہیں تک محدود نہیں کہ نماز میں کتنی رکعتیں پڑھی گئیں بلکہ یہاں تک بھی پہنچیں کہ نماز کس دل سے پڑھی گئی کس وجد و کیفیت میں ادا کی گئی اور قلب کے اندر خضوع و خضوع کی کیا کیا کیفیتیں جاگزیں رہیں۔

شجرہ تصوف و طریقت کے سلسلہ ہی بزرگانِ کرام ہیں۔ اس نعمت کے حصہ دار کم و بیش تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔ لیکن خصوصیت کے ساتھ اس دولت سے مالامال حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت علی المرتضیٰؓ کرم اللہ وجہہ، حضرت سلمان فارسیؓ حضرت ابوذر غفاریؓ حضرت ابوعبیدہؓ حضرت معاذؓ بن جبلؓ حضرت ابوسریہؓ حضرت ابودرداءؓ حضرت عمران بن حصینؓ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ وغیرہم تھے۔ چنانچہ صوفیہ کے قدیم تذکرے انہیں سے شروع کئے گئے ہیں اور تصوف کی بعض قدیم ترین تصانیف میں تو حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کو بھی صراحت کے ساتھ اساطینِ تصوف میں شمار کیا گیا ہے اور حق بھی یوں ہی ہے۔

اس عالمِ اسباب میں قانونِ خداوندی یوں ہی چلا آتا ہے کہ ایک سے دوسرا فیض و فائدہ اخذ کرتا ہے۔ اگر یہ چیز نہ ہوتی تو اس کثیر تعداد میں اور ہرزادہ اور ہر بستی میں انبیاء علیہم السلام کا بھیجا جانا بے معنی ثابت ہوتا ہے۔ ایسا بھی ہو سکتا تھا کہ ایک ہی نبی کو اللہ عزوجل احکامِ عنایت فرما کر بھیج دیتے۔ اور پھر ان کو قیامت تک علماء کے ذریعے پہنچا دیا جاتا۔ لیکن یاد رہے کہ انبیاء کی زندگی کے دواہم پہلو ہوا کرتے ہیں۔ جن میں سے جو ظاہر ہے۔ وہ کتابوں میں محفوظ رہتا ہے۔ لیکن حسن کا تعلق باطن سے یعنی وجدانیات اور انبیات اور کیفیات سے ہو وہ تحریر میں کیسے آ سکتا ہے۔ وہ تو وجد سے وجد اور کیفیت سے کیفیت اور نورانیت سے نورانیت ہی میں منتقل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ لبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان بیان فرماتے ہوئے آپ کے چار عالی منصب بیان فرمائے۔ ارشاد ہوا: لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ

وَالْحِكْمَةُ - تحقیق اللہ تعالیٰ نے یہ بہت بڑا احسان مسلمانوں پر کیا ہے کہ ان میں انہیں میں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا جو ان پر ہماری آیات تلاوت فرماتے ہیں۔ اور ان کو پاک کرتے ہیں اور سکھاتے ہیں کتاب اور حکمت یہاں سے واضح ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے چار اہم مقاصد میں آیات کا پڑھنا تزکیہ امت کرنا۔ اور کتاب و حکمت کی تعلیم دینا۔

اب غور فرمائیے آیت کا لفظ قرآن کی اصطلاح میں دو طرح پر ہے۔ ایک تو اس چیز کو آیت کہا گیا ہے جو اللہ عز و جل کی طرف سے بذریعہ جبرائیل علیہ السلام بصورت احکام نبیوں پر نازل ہوئے اور دوسرے اس معجزہ یا خرق عادت یا نبی کی روحانی قوت و تصرف کا نام آیت خداوندی رکھا گیا ہے جس سے نبی مخلوقات کی عقول کو عاجز کر لیتا ہے انبیاء علیہم السلام کی زندگی کا دوسرا مقصد تزکیہ ہے۔ تزکیہ کے بھی دو پہلو ہیں۔ ایک ظاہر اور ایک باطن۔ ظاہر میں شرک و کفر اور بدعات سے پاک کرنا۔ اور باطن میں ریا و تکبر، حسد، بخل، غیبت، حُب دنیا، حُب شہوات وغیرہ سے پاک کرنا ہے۔ اور نیز فرمایا وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ کہ ان کو سکھاتے ہیں کتاب اور حکمت۔

۵۔ اگرچہ معجزہ کا لفظ قرآن و احادیث مقدسہ میں موجود نہیں لیکن انبیاء کے روحانی تصرف و خوارق عادت منطابہرت کا ذکر موجود ہے اس لیے اس تخصیص کو واضح کرنے کیلئے معجزہ کا لفظ امت کو وضع کرنا پڑا۔ اسی طرح کرامت کا لفظ کو قرآن مجید و احادیث مطہرہ میں موجود نہیں لیکن اولیاء اللہ کی کرامات و خوارق عادت کا ذکر ضرور موجود ہے۔ جیسے حضرت مریم علیہا السلام کو بے موسم پھلوں کا پہنچنا۔ حضرت یوسف بن برخیہ کا چشم فون میں تخت یقین کو لا حاضر کرنا۔ حضرت خضرؑ کے واقعات وغیرہ۔

کتاب و حکمت کی تعلیم کو تزکیہ کے بعد ذکر فرمایا کہ یہ دونوں حقیقی معنوں میں تزکیہ نفس کے بعد ہی حاصل ہوتی ہیں۔

حضرت امام ربانی قیوم زمانی خزینۃ الرحمۃ مجدد الف ثانی قدس سرہ نے فرمایا
اُمی کو تین چیزوں سے چارہ نہیں تاکہ نجات ابدی حاصل ہو جائے۔

علم عمل اخلاص

علم دو قسم کا ہے، ایک وہ علم ہے جس سے مقصود عمل ہے جس کا متکفل علم فقہ ہے۔ دوسرا وہ علم ہے جس سے مقصود صرف اعتقاد اور دل کا یقین ہے جو علم کلام میں مفصل مذکور ہے اور فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کے قیاس صحیح اور عقیدے کے موافق ہے اور نجات ان بزرگواروں کی اتباع کے بغیر محال ہے اور اگر بال بھر بھی مخالفت ہے تو کمال خطرہ ہے یہ بات کشف صحیح اور الہام صریح سے یقینی طور پر حاصل ہو چکی ہے اس میں کچھ خلافت نہیں۔

اور اخلاص کا حاصل ہونا جو علم و عمل کی روح ہے طریق صوفیہ پر چلنے پر منحصر ہے جب تک سیر الی اللہ نہ قطع کریں اور سیر فی اللہ کے ساتھ متحقق نہ ہو جائیں حقیقت اخلاص سے دور اور مخلصوں کے کمالات سے مجور رہتے ہیں۔ اگرچہ عام مومنین کو بھی تکلف اور تعمّل کے ساتھ بعض اعمال میں مجمل طور پر اخلاص حاصل ہو جاتا ہے مگر وہ اخلاص جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں وہ ہے جو تمام اقوال و افعال اور حرکات و سکنات میں حاصل ہے اور اس میں کسی تکلف اور بناوٹ کو راہ نہیں ہے۔ یہ اخلاص انفسی اور آفاقی معبودوں کے فنا پر منحصر ہے جو فنا و بقا اور ولایت خاصہ کے درجے تک پہنچنے سے وابستہ ہے جو اخلاص تکلف اور بناوٹ کا محتاج ہے وہ ہمیشہ نہیں رہتا۔ اخلاص کا دوامی طور پر

حاصل ہونا جو مرتبہ حق الیقین میں ہے اس میں بے تکلف ہونا ضروری ہے۔

پس اولیاء اللہ جو کچھ کرتے ہیں خدا کے لیے کرتے ہیں نہ کہ اپنے نفس کے لیے کیونکہ ان کے نفس خدا پر قربان ہو چکے ہیں۔ ان کے اخلاص کے خالص ہونے میں نیت کا صحیح کرنا ضروری نہیں ہے۔ ان کی نیت قتانی اللہ اور بقا باللہ سے درست ہو چکی ہے۔ مثلاً کوئی شخص جو اپنے نفس میں گرفتار ہے جو کچھ کرتا ہے اپنے نفس کے لیے کرتا ہے خواہ نیت کرے یا نہ کرے۔ اور جب نفس کی قید دور ہو کر خدا تعالیٰ کی قید حاصل ہو جائے تو اس صورت میں وہ جو کچھ کرے گا خدا کے لیے کرے گا۔ خواہ نیت کرے یا نہ کرے۔ نیت ظنی امر میں درکار ہے یقینی میں اس کی حاجت نہیں۔ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْہِ مِمَّنْ یَّشَآءُ مَا لَہٗ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمُ دواخی اخلاص والا مخلص بفتح لام ہے اور جس کو دوام حاصل نہیں اور ابھی اخلاص کا کسب کرتا ہے مخلص بکسر لام ہے اور ان دونوں کے درمیان بڑا فرق ہے۔ اور طریق صوفیہ سے علم و عمل میں جو نفع حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ علوم کلامیہ استدلالیہ کشفی ہو جائیں اور اعمال کے ادا کرنے میں بڑی آسانی ہو جائے اور جو سستی نفس و شیطان کی طرف سے واقع ہوتی ہے دور ہو جائے۔

این کار دولت است کنوں تا کر او بند

ترجمہ :- بڑی اعلیٰ ہے یہ دولت ملے اب دیکھئے کس کو۔

اور کیا ہی خوب فرمایا امام طریقیہ حضرت خواجہ سید محمد نقشبند بخاری قدس سرہ نے جو آپ سے کسی نے سوال کیا کہ سلوک سے مقصود کیا ہے تو فرمایا یہ کہ "اجمالی معرفت تفصیلی ہو جائے اور استدلالی کشفی سے بدل جائے" یہ نہ فرمایا کہ معارف شرعیہ سے

زیادہ کوئی اور معرفت حاصل کی جائے۔

حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی قدس سرہ تے آیتہ یا ایہا الذین
 آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ سے استدلال فرمایا ہے کہ کمال اتقا کے حصول کا
 حکم ہے جو فنا و بقا کی منازل طے کئے بغیر حاصل نہیں ہوتا اور یہی مقصود طریقت ہے
 فنا و بقا سے پہلے ہر اتقا میں صورت اتقا ہے حقیقت نہیں۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ اپنے مکتوب نمبر ۵۴ جلد دوم میں
 فرماتے ہیں کہ اتباع رسولؐ کے کئی درجے ہیں۔

پہلا درجہ عوام اہل اسلام کیلئے ہے۔ یعنی تصدیق قلبی کے بعد اور اطمینان نفس
 سے پہلے جو درجہ ولایت سے وابستہ ہے۔ احکام شرعیہ کا بجالانا اور سنتِ سنہ کی
 متابعت ہے اور علما و ظاہر اور عابد و زائد جنکا معاملہ ابھی اطمینان نفس تک نہیں پہنچا۔
 سب متابعت کے اس درجہ میں شریک ہیں اور اتباع کی صورت کے حاصل ہونے میں
 برابر ہیں چونکہ اس مقام میں نفس ابھی کفر و انکار ہی پر اڑا ہوا ہوتا ہے۔ اس لئے یہ درجہ
 متابعت کی صورت پر مخصوص ہے متابعت کی یہ صورت متابعت کی حقیقت کی طرح
 آخرت کی نجات اور خلاصی کا موجب ہے اور فوزِ خ کے عذاب سے بچانے والی اور
 جنت میں داخل ہونے کی خوشخبری دینے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کمال کرم سے نفس
 کے انکار کا اعتبار نہ کر کے تصدیق قلبی پر کفایت فرمائی ہے اور نجات کو اس تصدیق
 پر وابستہ کیا ہے۔

بیت

میتوانی کہ وہی اشکِ مرا حُسنِ قبول ۛ لے کہ درِ ساختمِ قطرہ بارانی اُرا ۛ

بنایا قطرہ باران کو جس نے ہے گوہر
عجب نہیں میرا رونا کرے قبول نظر

متابعت کا دوسرا درجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال و اعمال کا اتباع ہے۔ جو باطن سے تعلق رکھتا ہے۔ مثلاً تہذیب اخلاق اور برائی صفتوں کا دور کرنا اور باطنی امراض اور اندرونی بیماریوں کا رفع کرنا وغیرہ وغیرہ۔ جو مقام طریقت کے متعلق ہیں۔ اتباع کا یہ درجہ ارباب سلوک کے ساتھ مخصوص ہے۔ جو طریقہ صوفیہ کو شیخ مقتدا سے اخذ کر کے سیر فی اللہ کی وادیوں اور جنگلوں کو قطع کرتے ہیں۔

متابعت کا تیسرا درجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان احوال و اذواق و مواجید کی اتباع ہے جو مقام ولایت خاصہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ درجہ ان ارباب ولایت کے ساتھ مخصوص ہے جو مجذوب سالک یا سالک مجذوب ہیں جب مرتبہ ولایت ختم ہو جاتا ہے۔ تو نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے اور طغیان و سرکشی سے ہٹ جاتا ہے اور انکار سے اقرار میں اور کفر سے اسلام میں آ جاتا ہے۔ تو اس وقت جو کچھ متابعت کرتا ہے متابعت کی حقیقت ہوتی ہے۔ اگر نماز ادا کرتا ہے تو متابعت کی حقیقت بجا لاتا ہے اور اگر روزہ ہے یا زکوٰۃ اُس کا بھی یہی حال ہے غرض تمام احکام شریعت کے بجالانے میں متابعت کی حقیقت شامل حال ہوتی ہے۔

سوال۔ نماز روزوں کی حقیقت کے کیا معنی ہیں۔ نماز و روزہ افعال مخصوصہ

ہیں۔ اگر یہ افعال فرمان کے بموجب ادا ہو جائیں تو حقیقت پائی جائے گی۔ پھر صورت و حقیقت کے کیا معنی؟

جواب :- مبتدی چونکہ نفس امارہ رکھتا ہے جو ذاتی طور پر آسمانی احکام کا منکر ہے۔ اس لیے احکام شرعی کا بجالانا اس کے حق میں باعتبار صورت کے ہے اور منتہی کا نفس چونکہ مطمئن ہو جاتا ہے اور رضا و رغبت سے احکام شرعی کو قبول کر لیتا ہے۔ اس سے احکام شرعی کا صادر ہونا باعتبار حقیقت کے ہے۔ مثلاً منافق و مسلم دونوں نماز کو ادا کرتے ہیں۔ منافق چونکہ باطن کا انکار رکھتا ہے اس لیے نماز کی صورت بجالاتا ہے اور مسلمان باطنی اتباع کے باعث نماز کی حقیقت سے آراستہ ہے۔ پس صورت و حقیقت باعتبار اقرار اور انکار باطن کے ہے۔ مذکورہ بالا درجہ یعنی کمالات ولایت خاصہ کے حاصل ہونے کے بعد (جو اتباع کا تیسرا مرتبہ ہے) نفس کے مطمئن ہونے اور اعمال صالح کی حقیقت بجالانے کا درجہ متابعت کا چوتھا درجہ ہے۔ پہلے درجہ میں اس متابعت کی صورت تھی اور یہاں کی اتباع کی حقیقت ہے۔ اتباع کا یہ چوتھا درجہ علمائے راسخین شکر اللہ تعالیٰ سعیم کے ساتھ مخصوص ہے۔ جو اطمینان نفس کے بعد متابعت کی حقیقت کی دولت سے مستحق ہیں۔ اگرچہ اولیاء اللہ کو بھی قلب کی تمکین کے بعد تھوڑا سا اطمینان نفس حاصل ہوتا ہے لیکن کمال اطمینان نفس کو کمال نبوت کے حاصل کرنے میں ہوتا ہے۔ جن کمالات سے علماء راسخین کو وراثت کے طور پر حصہ حاصل ہوتا ہے۔ پس علماء راسخین نفس کے کمال اطمینان کے باعث شریعت کی حقیقت سے جو اتباع کی حقیقت ہے مستحق ہوتے ہیں اور دوسروں کو چونکہ یہ کمالات حاصل نہیں

ہوتے اس لیے کبھی شریعت کی صورت سے اور کبھی اس کی حقیقت سے مستحق ہوتے ہیں
علمائے راسخین کا میں ایک نشان بتاتا ہوں تاکہ کوئی ظاہر دان رسوخ کا دعویٰ نہ کرے
اور اپنے نفسِ امارہ کو مطمئن خیال نہ کرے۔

عالمِ راسخ وہ شخص ہے جس کو کتاب و سنت کی متشابہات کی تاویلات سے
بہت سنا حصہ حاصل ہو، اور حروفِ مقطعات کے اسرار کو بخوبی قرآنی سورتوں کے آدل میں
بخوبی جانتا ہو۔ متشابہات کی تاویل پوشیدہ اسرار میں سے ہے۔ تو خیال نہ کریں کہ یہ
تاویل بھی اسی طرح ہے جس طرح بید کی تاویل قدرت سے ہے اور وجہ کی تاویل ذات
سے کرتے ہیں کیونکہ اسکا تعلق عالمِ ظاہر سے ہے اسرار کے ساتھ اسکا کچھ واسطہ نہیں۔
ان اسرار کے مالک انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں اور ان رموز و اشارات سے انہی بزرگوں
کے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے۔ یا وہ لوگ جن کو وزارت و تبعیت کے طور پر اس دولت سے
مشرف فرمائیں۔

متابعت کا یہ درجہ جو نفس کے اطمینان اور صاحبِ شریعت کی متابعت کی حقیقت
تک پہنچنے پر موقوف ہے کبھی فنا و بقا اور سلوک و جذبہ کے وسیلہ کے بغیر حاصل ہو جاتا
ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ احوال و مواجید اور تجلیات و ظہورات میں سے کچھ بھی
درمیان نہیں آتا۔ اور یہ دولت حاصل ہو جاتی ہے لیکن دوسرے راستہ کی نسبت
دلایت کے راستہ سے اس دولت تک پہنچنا آسان اور اقرب ہے۔ اور وہ دوسرا راستہ
اس فقر کے خیال میں سنتِ سنۃ کی متابعت اور بدعت کے اسم و رسم سے اجتناب کرنا
ہے جب تک بدعتِ حسنہ سے بدعتِ سیئہ کی طرح پرہیز نہ کریں تب تک اس دولت
کی بوجہ جان کے دماغ میں نہیں پہنچتی آج بات مشکل معلوم ہوتی ہے کیونکہ تمام جہان

دریائے بدعت میں غرق ہے اور بدعت کے اندھیرے میں پھنسا ہوا ہے کس کی مجال ہے کہ بدعت کو دور کرنے کا دم مارے اور سنت کے زندہ کرنے کا دھوئے کرے۔ اس زمانہ کے اکثر علماء بدعتوں کو رواج دیتے اور سنتوں کو محو کرتے ہیں شائع اور پھیلی ہوئی بدعتوں کو تعامل جان کر جواز بلکہ استحسان کا فتویٰ دیتے ہیں اور لوگوں کو بدعت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر گمراہی شائع ہو جائے اور باطل متعارف و مشہور ہو جائے۔ تعامل ہو جاتا ہے۔ مگر یہ نہیں جانتے کہ یہ تعامل استحسان کی دلیل نہیں۔ تعامل جو معتبر ہے وہ وہ ہے جو صدر اول سے آیا ہے۔ یا تمام لوگوں کے اجماع سے حاصل ہوا ہے۔ جیسے کہ فتویٰ غیاثیہ میں مذکور ہے۔

شیخ الاسلام شہیدؒ فرماتے ہیں کہ ہم بلخ کے مشائخ کے استحسان پر فتوے نہیں دیتے۔ بلکہ ہم اپنے معتقدین اصحاب کے استحسان کے موافق فتویٰ دیتے ہیں۔ کیونکہ ایک شہر کا تعامل جواز پر دلالت نہیں کرتا بلکہ وہ تعامل جواز پر دلالت کرتا ہے۔ جو صدر اول سے استمرار کے طور پر ہوتا چلا آیا ہے تاکہ نبیؐ کی تقریر پر دلیل ہو اور لوگوں کا فعل حجت نہیں ہو سکتا۔ ہاں جب تمام شہروں میں بہت لوگوں سے بطریق اجماع ثابت ہو تو اس وقت جائز ہوگا۔ کیونکہ اجماع حجت ہے۔ کیا نہیں جانتے کہ اگر وہ شراب کی بیح و سود پر تعامل کریں تو اس کے حلال ہونے کا فتویٰ نہ دیا جائے گا اور اس بات میں کچھ شک نہیں کہ تمام مخلوقات کے تعامل اور شہروں اور قصبوں کے عمل کا علم انسان کی طاقت سے خارج ہے۔

باقی رہا تعامل صدر اول کا جو درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر ہے سنت سنید کی طرف راجح ہے اس میں بدعت کہاں۔ اور بدعت حسنہ کہاں۔ اصحاب کرامؓ

کے لیے تمام کمالات کے حاصل ہونے میں حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کافی تھی اور علماء سلف میں سے جو لوگ اس رسوخ کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں۔ بغیر اس بات کے کہ طریق صوفیہ کو اختیار کریں اور سلوک و جذبہ سے مسافت کو قطع کریں وہ لوگ سنت سنۃ کی متابعت اور بدعت نامرضیہ سے پورے طور پر بچنے کی بدولت اس رسوخ فی العلم کی دولت سے سرفراز ہوئے ہیں۔

اللَّهُمَّ ثَبِّتْنَا عَلَى مُتَابَعَةِ السُّنَّةِ وَاجْتِنَابِ
اِدْتِكَ ابِ الْبِدْعَةِ بِحُرْمَةِ صَاحِبِ السُّنَّةِ عَلَيْهِ وَعَلَى
إِلَى الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ

ریا اللہ تو صاحب سنت صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل ہم کو سنت کی متابعت پر ثابت قدم رکھ اور بدعت کے بجالانے سے بچا۔

متابعت کا پانچواں درجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کمالات کا اتباع ہے۔ جن کے حاصل ہونے میں علم و عمل کا دخل نہیں بلکہ اُن کا حاصل ہونا اللہ تعالیٰ کے نہایت فضل و کرم پر موقوف ہے۔ یہ درجہ نہایت ہی بلند ہے۔ اس درجہ کے مقابلہ میں پہلے درجوں کی کچھ حقیقت نہیں۔ یہ کمالات اصل میں اولوالعزم پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہیں یا ان لوگوں کے ساتھ جن کو تبعیت و وراثت کے طور پر اس دولت سے مشرف فرمائیں۔

متابعت کا چھٹا درجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کمالات کا اتباع ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام مجربیت کے ساتھ مخصوص ہیں جس طرح پانچویں درجہ میں کمالات کا فیضان محض فضل و احسان پر تھا۔ اس چھٹے درجہ میں ان کمالات کا

فیضانِ محضِ محبت پر موقوف ہے جو تفصیل و احسان سے بڑتر ہے متناہت کا یہ درجہ بھی بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے پہلے درجہ کے سوا متناہت کے یہ پانچ درجے مقاماتِ عروج کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں ان کا حاصل ہونا صغیر و پر وائستہ ہے۔

متناہت کا ساتواں درجہ وہ ہے جو نزول و مہبوط سے تعلق رکھتا ہے۔ متناہت کا یہ ساتواں درجہ پہلے تمام درجات کا جامع ہے۔ کیونکہ اس مقامِ نزول میں تصدیق قلبی بھی ہے۔ تمکینِ قلبی بھی ہے اور نفس کا اطمینان بھی اور اجزاءِ قالب کا اعتدال بھی جو طغیانِ مکرشی سے باز آگئے ہوتے ہیں۔ پہلے درجے کو یا اس متناہت کے اجزاء ہیں اور یہ درجہ ان اجزاء کا کل ہے۔ اس مقام میں تابع اپنے متبوع کے ساتھ اس قسم کی مشابہت پیدا کر لیتا ہے کہ تبعیت کا نام ہی درمیان سے اٹھ جاتا ہے اور تابع و متبوع کی تمیز دور ہو جاتی ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا تابع متبوع کی طرح جو کچھ لیتا ہے اصل سے لیتا ہے گویا دونوں ایک چشمہ سے پانی پیتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے ہم آغوش ہم کنار اور ایک بستر پر ہیں اور شیر و شکر کی طرح ہیں۔ معلوم نہیں ہوتا کہ تابع کون ہے اور متبوع کون اور جمعیت کس کے لیے ہے نسبت کے اتحاد میں تغائر کی نسبت کی کچھ گنجائش نہیں۔

عجب معاملہ ہے اس مقام میں جہاں تک غور کی نظر سے مطالعہ کیا جاتا ہے۔ تبعیت کی نسبت کچھ نظر نہیں آتی اور تابعیت و متبوعیت کی امتیاز سرگزِ مشہود نہیں ہوتی۔ البتہ اس قدر فرق ہے کہ اپنے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طفیلی اور وارث جانتا ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ تابع اور ہوتا ہے۔ اور طفیلی و وارث

اور۔

اگرچہ تبعیت کی قطار سب برابر ہیں لیکن تابع میں بظاہر متبوع کا پردہ درکار ہے اور طفیلی و وارث میں کوئی پردہ درکار نہیں تابع پس خوردہ کھانے والا ہے اور طفیلی ضمنی ہمیشہ غرض جو دولت آتی ہے انبیاء کے واسطے آتی ہے اور یہ امتوں کی سعادت ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طفیل اس دولت سے حصہ پاتے ہیں اور ان کا پس خوردہ تناول کرتے ہیں۔

دزد قافلہ کہ دوست و انم نرسم + ایں بس کہ رسد ز دُور بانگ جہنم

جس قافلہ میں یار ہے جاسکتا نہیں میں

بس دُور سے آواز جرّس سنتا ہوں نہیں میں

کامل تابع در وہ شخص ہے جو متابعت کے ان ساتوں درجوں سے آراستہ ہو اور وہ شخص جس میں متابعت کے بعض درجے ہیں اور بعض نہیں ہیں درجوں کے اختلاف کے بموجب مجمل طور پر تابع ہے۔ علماء نظام پر پہلے درجہ پر ہی خوش ہیں۔ کاشش! یہ لوگ درجہ اول کو ہی سرانجام کر لیں انہوں نے متابعت کو صودت شریعت پر موقوف رکھا ہے۔ اس کے سوا کوئی اور امر خیال نہیں کرتے اور طریقہ صوفیا کو جو درجات متابعت حاصل ہونے کا واسطہ ہے۔ بیکار تصور کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر علماء رہا یہ اور بنزدیکی کے صوا کسی اور امر کو اپنا پیرو مقصد نہیں جانتے یہ

چو آن کرے کہ در سنگے نہاں است

زمین و آسمان او ہماں است

ترجمہ معیت ہے

وہ کبڑا جو کہ پتھر میں نہاں ہے + وہی اُس کا زمین و آسمان ہے

کتنی واضح چیز ہے۔ پھر بھی اگر کوئی طریقت کو شریعت سے جدا سمجھے یا ان میں تضاد
تضاد جانے تو وہ صریح غلطی پر ہے۔ حالانکہ کمال شریعت ہی کا نام طریقت ہے۔ اتباع
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجت تک ظاہر تک محدود ہے اس کا نام شریعت ہے اور
جب قلب و باطن بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تورات نیت سے منور ہو جائے تو یہی
طریقت ہے ایمان کمال کے بھی تو وہی تھے فرماتے گئے ہیں: اِقْمُوا دِیْنَاً بِاللِّسَانِ
وَاصْدُقُوا بِالْقَلْبِ زبَانِ اِقْرَارِ پر شریعت مسلمان ہو جانے کا فتویٰ دے دیگی۔ لیکن
طریقت اس وقت صحیح مانے کی جب تصدیق بالقلب ہوگی۔ یا یوں سمجھو کہ ایک شخص نے
حب فواجد کتب فقہ نماز پڑھ لی۔ شریعت کی رو سے یہ نماز جائز ہوگی لیکن طریقت اسے
ناکافی سمجھے گی۔ وہ اس پر اصرار کرتے گی کہ جس طرح چہرہ کعبہ کی طرف متوجہ رہا۔ دل بھی
رب کعبہ کی جانب متوجہ رہے۔ اور جس طرح جسم حالت نماز میں طاہری نجاستوں سے
پاک رہا۔ رُوح بھی باطنی آلائشوں پریشان خیالوں سے پاک رہے یہ شریعت کی مخالفت
ہوئی یا منشاء شریعت کی عین تکمیل؟
حضرت اکبر الہ آبادی نے اس مقام پر اور اسی منزل کی توضیح اپنے مخصوص انداز
میں کی ہے فرمایا:

| | |
|---------------------------|------------------------------|
| شرعیات و فروع طریقت نماز | سنوادی لفظوں میں مجھے یہ راز |
| طریقت عروج دل مصطفیٰ | شرعیات در محفل مصطفیٰ |
| محبت کی لذت طریقت میں ہے | عبادت سے عزت شریعت میں ہے |
| طریقت میں ہے معنی عشق صدر | شرعیات میں ہے صورت فتح بدر |
| طریقت میں حسن و جمال حبیب | شرعیات میں ہے قیل و قال حبیب |

نبوت کے اندر میں دونوں ہی رنگ

عبث ہے یہ صوفی و ملا کی جنگ

کہا جاتا ہے کہ قرآن و حدیث کا علم اور اس پر عمل حسب استطاعت ہونے کے بعد یہ کیا ضروری ہے کہ رسمی طور پر کسی کی بیعت کی جائے۔ سارا مغالطہ اس کو رسم سمجھنے میں ہے۔ رسمی تو کسی شے کی بھی ضرورت نہیں نہ رسمی اسلام، نہ رسمی اتباع، نہ رسمی تمسک بالکتاب و السنہ کی۔ لیکن حقیقی اسلام، حقیقی ایمان اور حقیقی تمسک بالکتاب و السنہ بغیر کسی زندہ شخصیت کے کیونکر ممکن ہے؟ اور اس زندہ شخصیت کا اصطلاحی نام "پیغمبر" ہے۔ صومشدا ہے صاحب بیعت و ارشاد ہے۔ حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ و النورینؓ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ حضرت امام حسنؓ حضرت امام حسینؓ سے بہتر فطری صلاحیت و استعداد کس میں موجود ہو سکتی ہے۔ پھر جب ان کے لیے ایک زندہ شخصیت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اتباع ضروری رہا تو کسی اور کو کب چھٹکارا ہو سکتا ہے۔ حضرات ائمہ شریعت و ائمہ طریقت رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے بہتر فطری صلاحیت کس میں تھی۔ جو کہ سب مادرِ زادا اولیا مہتمم تھے۔ جن کی کرامات شکمِ مادر ہی میں ظاہر ہونے لگیں۔ ان میں سے ہر ایک میدانِ علم کا یکہ و تنہا تھا۔ لیکن پھر بھی انہیں کسی نہ کسی زندہ شخصیت کے توسط و توسط کی ضرورت پڑی۔ حتیٰ کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے جب کہ آپ کو امام جعفر صادقؑ کے دستِ حق پرست پر بیعت کئے دو سال گزرے۔ کسی نے پوچھا "حضور کا سن شریف کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا "دو سال" عرض کی "حضور مجھ سے استہزاء فرماتے ہیں؟" فرمایا "میں جاہل نہیں کہ ٹھٹھا کر دوں بلکہ میں عمر اسی دن سے شمار کرتا ہوں جس دن سے

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے "بلکہ آپ نے ایک جگہ فرمایا ہے۔ **كَوْلَا بَسْنَتَان لَهَكَ النُّعْمَان**۔ اگر یہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان بن ثابت ہلاک ہو جاتے۔

غور کا مقام ہے کہ امام آئمہ شریعت کیا فرما رہے ہیں۔ بلکہ ایک دوسری جگہ آپ اپنی ایک رباعی میں صالحین کی محبت کی تعریف میں فرماتے ہیں۔
حَرَفْتُ الْعُرْفِي لَهُ وَلَعِبَ فَأَوْهَاتُمَا وَهَاتُمَا
أَحِبُّ الصَّالِحِينَ وَكُنْتُ مِنْهُمْ لَعَلَّ اللَّهَ يَرْزُقَنِي صِلَا حَا
 توجہ :- میں نے کھیل کود میں اپنی عمر صرف کر دی۔ پس افسوس، پھر افسوس، پھر افسوس ہے۔ میں صالحین کو دوست رکھتا ہوں اور میں ان سے نہیں ہوں ممکن ہے مجھے بھی اللہ تعالیٰ صالح بنا دے۔

اللہ عقل و فکر کے گم ہو جانے کا مقام ہے۔ وہ امام جنہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود اپنے دین کی فقہ و شاعت کے لیے خاص فرمائیں۔ اور جن کے تقویٰ کا یہ عالم کہ بغداد شریف میں ایک بکری کا چوری ہو جانا سن کر مہی مہاں گوشت کھانا ہی ترک کر دیں۔ وہ اپنے اندر کتنی فروتنی اور نشان کسر نفسی رکھتے ہیں اور آج ہماری لاف زنیوں کا کیا حال ہے اور پھر صالحین کی محبت ان کے نزدیک کتنی پیاری چیز ہے۔ حدیث شریف میں ہے **حُبُّ الْفَقْرِ أَهْلُ مِفْتَاحِ الْجَنَّةِ** فقر کی محبت جنت کی کنجی ہے۔ جس کا ترجمہ حضرت مولانا فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کیا ہے

حُبِّ درویشاں کلیدِ جنت است

و دشمن الیشاں سزا ہے لعنت است

ماوی علوم میں آج کون سا علم اور دستکاری کے پیشوں میں آج کون سا پیشہ ہے جس میں استاد کی مدد لازمی نہیں؟ پھر روحانیت کا علم جو ان تمام علوم سے زیادہ لطیف، تزکیہ نفس کا فن جو ان تمام فنون سے زیادہ لطیف و نازک ہے۔ کیونکر ممکن ہے کہ اس میں استاد کی ضرورت نہ پڑے۔ اس سفر میں تو قدم قدم پر رہنما کی احتیاج ہے۔ اسی رہنما اور ایسے استاد کا اصطلاحی نام "پیرو و ہوشد" ہے۔ کہا جاتا ہے کہ علماء کے ہوتے ہوئے پیروں کی کیا ضرورت ہے؟ لیکن یہ علماء کرام اور مشائخین کی موجودہ تفریق تو ہماری آپ کی قائم کردہ ہے۔ اسلام اس کا کب ذمہ دار ہے؟ اسلام تو صادقین، متقیں، مومنین، صالحین، محسنین کی جماعت پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اس میں تفریق کا گزیر ہی نہیں۔ وہ ہستیاں تو علم و عمل، قول و فعل، قال و حال، فقہ و فقر کی جامع ہوتی ہیں۔ کسی پر کوئی رنگ غالب رہا۔ کسی پر کوئی، ورنہ موجود دونوں رہے۔ مثلاً حضرت امام ابو حنیفہ قدس سرہ اور سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ ایک ہی مکتب اور ایک ہی اتنا یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیض یافتہ تھے لیکن اللہ عزوجل نے امام ہمام ابو حنیفہؒ کو شریعت و قال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چن لیا۔ اور حضرت بایزید بسطامیؒ کو طریقت و حال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چن لیا۔ ورنہ ہر دو ہستیاں دونوں پہلوؤں میں جامع تھیں۔

حدیث کی جن کتابوں کو ہم سرچشمہ تقدیس سمجھ رہے ہیں۔ ان کے نقوش و سحر و ان کے کاغذ کی سفیدی اور الفاظ کی سیاہی میں کیا ہے۔ وہ تو ہماری آپ کی لکھی تھیں ہوئی ہیں۔ ان میں جو کچھ تقدس و بزرگی ہے۔ وہ ساری کی ساری اسی بنا پر تو ہے کہ ان کے اندر کسی زندہ شخصیت کی روح کسی حد تک محفوظ ہے یہ روح مردہ کاغذ کے

مردہ طور پر تو محفوظ ہو جائے اور زندہ انسان کے زندہ قلب میں محفوظ نہ ہو سکے۔ یہ روح الماریوں کے سفینوں میں تو منتقل ہو جائے اور پاکبازوں اور پاکوں کے سینوں کو منور نہ کر سکے۔

شیخ و مرشد کوئی خود رو یا خود رائے ہستی نہیں ہوتی۔ بلکہ جس طرح آپ قرآن کی ساری عبارت کو محقق سند متصل کی بنا پر کلام الہی مانتے چلے آتے ہیں جس طرح آپ بخاری شریف کی کسی روایت کو محقق اس لیے کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیم کر لیتے ہیں کہ وہ معتبر سند مسلسل کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہوئی ہے۔ ٹھیک اسی طرح شیخ و مرشد کا دل بھی ایسے ہی مضبوط و اسطوار کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر سے ملا ہوا ہے اس کا رابطہ روحانی بھی ایسے ہی زنجیر کی مضبوط کرطوں کے ساتھ تقدس و روحانیت کے سرچشمہ سے جڑا ہوا ہے۔ جس طرح حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (اللہ تعالیٰ ان کی تربتوں کو ٹھنڈا رکھے) "آثار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اخبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ضخیم دفتروں میں ضبط و فراہم کرتے رہے۔ اسی طرح حضرت حسن بصری حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہما "اسرار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے سینوں کو منور فرماتے رہے۔ اوصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قال ایک سفینے سے دوسرے سفینے میں منتقل ہوتا رہا۔ اوصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال ایک سینے سے دوسرے سینے کو طور سینا بنا تا رہا۔ دونوں شعبوں کی متوازی جامعیت عہد صحابہ رضوان اللہ علیہم میں بھی صرف تھوڑے سے خوش نصیبوں کے حصے میں آئی۔ پھر آج چودھویں صدی میں اس پر کیوں اصرار ہے۔

تاہم زمانہ یکسر خالی نہیں۔

کلام مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو کلام نہیں۔ اللہ ہی کا کلام ہے اور بندوں کی ہدایت ہی کے لیے نازل ہوا ہے۔ یہ بھی ہم سب کا ایمان ہے اور خود قرآن بار بار اس کا دعویٰ کرتا ہے کہ اس میں ساری ضروری ہدایات تفصیل و شرح سے موجود ہیں باہم یہ نہ ہوا کہ قرآن براہ راست تمام بندوں کے پاس پہنچ جاتا۔ مومنین و منکرین آسمان سے اترتا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے۔ کسی اونچے پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہوا مل جاتا۔ یا ایک روز جب صبح ہوتی۔ اس کا ایک ایک نسخہ لکھا ہوا ہر ایک کے سر ہانے موجود ہوتا۔ اس طرح کی تو کوئی چیز بھی نہ ہوئی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بالکل برعکس یہ طریقہ اختیار کیا کہ ایک انتہائی پسماندہ قوم کے درمیان ایک پاک و برگزیدہ مستی پیدا کی۔ چالیس برس کی عمر تک اس شخصیت کو اس قوم کے درمیان ہر قسم کے سابقہ کے ساتھ رکھا۔ اور اس کی سیرت کے ایک ایک جزئیہ کی جانچ اور پرکھ کا پورا موقع دیا۔ جب یہ سب مراتب طے ہو چکے اُس وقت کہیں جا کر پیام کا نزول شروع فرمایا۔ لیکن اس وقت بھی پیام کے پیش کرانے سے قبل ”پیامبر“ ہی کی شخصیت کو پیش کر دیا گیا۔ اور جب قوم اس کے صادق اور امین ہونے کا اقرار کر چکی۔ تب اس سچے کی زبان سے سچی باتیں کہلائی جانی شروع ہوئیں۔ اس پر بھی سارے کے سارے پیام کو ایک بیک اور دفعۃً پیش نہیں کیا گیا بلکہ ”پیامبر“ کی شخصیت پر مختلف اور متعدد دور طاری کر کے ۲۲، ۲۳ سال کی طویل مدت میں بہت ہی تدریج کے ساتھ اس پیام کو پہنچایا گیا۔ پس فطری اور ربانی طریقہ تو یہی ہے کہ پہلے ”پیامبر“ پھر ”پیام“ پہلے ”طیب“ پھر ”نسخہ“ پہلے ”ہادی“ پھر ”ہدایت“ اب اگر ہم اس ترتیب کو الٹ دینا چاہیں۔ اگر ہادی کی ذات سے

بے نیاز ہو کر ہدایت تک اور شخصیتوں سے قطع نظر کر کے محض اصول و مسائل تک پہنچ جانا چاہیں تو یہ ترتیب ربانی سے جنگ کرنا ٹھہری

یہ نہ خیال گزرے کہ طریقی دعوت و ہدایات صرف وحی الہی کے ساتھ مخصوص تھا۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعثت کے بعد اپنے قصد و ارادہ کے ساتھ ہی طریقہ اختیار فرمایا۔ آپ نے یہ نہ کیا کہ قرآن مجید کے نسخوں کی نقلیں کروا کر محض انہیں اطرافِ عالم میں بھیج دیا ہوتا۔ یا اپنے اقوال و سنن کو ضبط تحریر میں لا کر ملک میں ان کے نسخوں کی اشاعت کر دی جاتی۔ بلکہ آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مقدس جماعت پیدا کی۔ اشخاص پیدا کئے۔ جو اپنی زندگیوں میں آپ کی تعلیم اور آپ کے عمل کے عملی نسخہ تھے۔ اور دین کی روشنی آپ نے ان زندہ مشعلوں سے پھیلانی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی نہ کیا کہ کسی گوشہ میں تشریف فرما ہو کر سکون و خاموشی کے ساتھ قلم و کاغذ لے کر تصنیف و تالیف میں مشغول ہو جاتے اور حسنِ عمل اور حسنِ اخلاق پر مقالات تیار فرمانے لگتے۔ بلکہ آپ نے اپنی نورانیت سے قلوب کو منور فرمانا شروع کیا۔ اور اپنی پاکیزگی کے عکس سے یعنی توجہ پاک سے دوسروں کے سینوں کو پاک بنایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ اپنی تصنیفات چھوڑیں؟ ہاں بے شبہ چھوڑیں لیکن وہ کاغذ کے طومار اور سیاہی کے ڈھیر نہیں بلکہ وہ گوشت و پوست کے بنے ہوئے جسم اور تقویٰ و طہارت میں ڈھلی ہوئی روحیں تھیں۔ ان تصانیف کا شمار ہزار لاکھ پہنچتا ہے جن میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عثمان ذوالنورین رضوان اللہ علیہم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ مشہور ترین تصانیف ہیں۔

پھر یہ حضرات بھی کتابی تصنیف و تالیف پر ایک لمحہ کے لیے بھی متوجہ نہ ہوئے
انہوں نے بھی زندہ مستیوں کو اپنے ہونے پر ڈھالتا شروع کیا۔ اور اپنے شاگردوں
کے جسموں میں اپنی روحیں پھونکنے کا عمل جاری رکھا۔ صحابہؓ تابعینؓ اور تبع تابعینؓ
یہ سب کون تھے؟ شاگردوں کی جماعت مریدوں کی جماعت بیعت کرنے والوں
کی جماعت اور ارادت رکھنے والوں کی جماعت ہی تو تھی۔

مریدی کا اصلی راز پیر کی صحبت میں ہے۔ چنانچہ لفظ ”صحابی“ بھی صحبت کی ہی
کو ہی واضح کر رہا ہے اور پیر کے مفہوم کی جانب بھی اشارہ ہو چکا ہے یعنی وہ شخص جس کے
نفس کا تزکیہ اس حد تک ہو چکا ہے کہ وہ اپنی رفاقت قلبی سے دوسرے کے نفس کا بھی
تزکیہ کرے وہ کامل جو دوسروں کو بھی کامل بنا سکے۔ وہ مصلح جس کی صحبت و ہم نشینی دوسرے
کی فطری صلاحیتوں کو ابھار دے وہ زندہ و منور دل جو دوسرے کے دلوں کو زندہ و منور
فرمائے اور مرید ہونے کے معنی اس سے کچھ زائد نہیں کہ جس کے پاک و صالح ہونے پر
بھروسہ ہو۔ جس کے تزکیہ نفس پر اعتماد ہو۔ یا اصطلاح صوفیہ میں جس سے ”قلب کو ارادت“
ہو اس کی خدمت میں اطاعت و نیاز مندی سے حضوری رکھی جائے اور یہ مریدی قرآن
مجید کے حکم وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ کی عین تکمیل ہے۔ پوری آیت کے
الفاظ یہ ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ
ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ پرہیزگاری اختیار کرو اور صادقین کی معیت
حاصل کرو۔

گویا محض اقرار ایمان کافی نہیں۔ ایمان والوں سے تو خطاب ہے ایمان تو پہلے

ہی قائم ہو چکا۔ اب اس کے بعد حکم ہوتا ہے۔ اللہ سے تقویٰ اختیار کرو۔ (تقویٰ میں
سب نیک اعمال آجاتے ہیں۔ یہ سارے اعمال بھی کافی نہیں) دوسرا حکم ہوتا ہے۔
وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ۔

صادقین کی معیت اختیار کرو۔ راست بازوں کی صحبت میں رہو۔ پاکبازوں کی
پیروی کرتے رہو اور یہی مریدی ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ اَسْتَغْنُوا عَلٰی
كُلِّ صَنْعَةٍ يَصَالِحُ اَهْلُهَا۔ یعنی ہر ایک صنعت میں اس کے شاق کا گیر
سے مدد حاصل کرو۔ نیز فرمایا۔ مَنْ اَسْتَغْنَى بِرَأْيِهِ ضَلَّ جَوَابِي رَأْيِي سَأَلْتُهُ بِرَأْيِهِ
هُوَ اَكْرَاهُ مَوْلَا۔

بزرگانِ دین نے تو یہاں تک فرمایا ہے۔ مَنْ لَمْ يَكُنْ لَكَ شَيْخٌ
فَإِيَّائِي شَيْخٌ۔ جن کا مرشد نہیں تو شیطان اس کا مرشد ہے۔



تصوف اور مرتبہ احسان

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ
عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا
رَجُلٌ شَدِيدٌ بَيَاضَ الثِّيَابِ شَدِيدٌ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرَى عَلَيْهِ
أَثَرُ الشَّفْرِ وَلَا يُعْرَفُ مِنَّا أَحَدٌ حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى
خَدَّيْهِ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ قَالَ الْإِسْلَامُ الْإِسْلَامُ
أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَتُقِيمَ
الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنْ
اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا قَالَ صَدَقْتَ فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ
وَيُصَدِّقُهُ قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ قَالَ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَ
مَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ
الْخَيْرِ وَالشَّرِّ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ قَالَ
أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ (المسلم)

میں فرمایا حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ اس وقت کہ تھے ہم نزدیک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک روز ناگاہ ظاہر ہوا اوپر ہمارے ایک شخص نہایت
سفید کپڑے بہت سیاہ تھے بال نہیں معلوم ہوتا تھا اس پر نشان سفر کا اور نہیں پہچانتا
تھا۔ اس کو ہم میں سے کوئی کہ بیٹھا وہ روبرو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پس لگا

وہیے دونوں زانو اپنے طرف دونوں زانو حضور کے امد رکھے دونوں ہاتھ اپنے اوپر اپنے
 زانو کے اور عرض کی یا محمد خبر دو مجھ کو اسلام سے فرمایا حضور نے اسلام یہ ہے کہ تو گواہی
 دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور یہ شک محمد رسول میں اللہ کے۔ اور قائم کر
 نماز کو اور دے زکوٰۃ اور روزے رکھے تو رمضان کے اور حج کرے بیت اللہ شریف کا اگر
 طاقت رکھے تو طرف اس کے راہ کی۔ کہا اس نے سچ فرمایا آپ نے پس تعجب کیا تم نے
 اس واسطے کہ پوچھتا ہے آپ سے۔ اور پھر تصدیق کرتا ہے۔ پھر کہا خبر دو مجھ کو ایمان کے
 متعلق۔ فرمایا یہ کہ تو ایمان لائے ساتھ اللہ کے اور اس کے فرشتوں کے اور اس کی کتابوں
 کے۔ اور اس کے رسولوں کے اور دن آخرت کے اور تو ایمان لائے ساتھ تہذیب کے۔ بھلائی
 اس کی کے۔ اور برائی اس کی کے، کہا سچ فرمایا آپ نے کہا خبر دو مجھ کو احسان کے متعلق
 فرمایا یہ ہے کہ تو عبادت کرے اللہ کی گویا کہ تو دیکھ رہا ہے اس کو۔ پس اگر نہیں دیکھ سکتا
 تو اس کو پس تحقیق وہ دیکھتا ہے تجھ کو۔

پوری حدیث مقدمہ کی عبارت طویل ہے خلاصہ یہ ہے کہ اسلام چند ایک اعمال
 کے مجموعہ کو فرمایا گیا ہے۔ اور ایمان چند ایک عقائد کو فرمایا گیا۔ عقیدہ و عمل دونوں کے بعد
 ایک تیسری منزل ان سے بلند تر احسان کی آتی ہے جس کا تعلق صرف جاننے اور ماننے اور
 کرنے سے نہیں بلکہ مشاہدہ و تربیت سے ہے۔ اور یہی منزل سلوک و طریقت کی ہے
 اسی سے عارف کامل فاضل ہے بدل حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی
 رحمۃ اللہ علیہ نے اہل تصوف کی بجائے ”اہل احسان“ ہی کی اصطلاح آیتہ قرآنی
 وَاتَّبِعُوا هُمْ بِإِحْسَانٍ سے اخذ کر کے اختیار فرمائی ہے۔
 اصل سوال تو یہ ہے کہ ایمان کے اجزاء اور اسلام کے ارکان تو کتابوں سے

بے شک دریافت ہو جاتے ہیں لیکن ہر عمل کے پیچھے روح عمل کار فرما ہوتی ہے وہ محض کتابی واسطوں اور نوشتوں سے حاصل ہونا مشکل ہے۔ قلب کو مرتبہ احسان تک پہنچانا، باطن کا تزکیہ نفس کا جلا، اخلاق کی پاکیزگی، عادت و خصلت میں اثبات، یہ سب بغیر ایک زندہ معلم کی وساطت کے کیونکہ ممکن ہے جو قانون اور ضابطے کتابوں میں درج ہو سکتے تھے۔ وہ درج کر دیئے گئے۔ لیکن جو کیفیات ایک قلب سے دوسرے قلب میں منتقل ہونے والی تھیں، وہ کاغذوں پر کس طرح آ سکتی تھیں۔ اسی واسطے حضور پر نور سرور کون و مکان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا۔ مَا حَبَّتْ اِلَیَّ شَیْءٌ فِیْ صَدْرِیْ اِلَّا حَبَبْتُهُ فِیْ صَدْرِیْ اَبِی بَكْرٍ رَضِیَ

کہ جو کچھ اللہ نے میرے سینہ میں ڈالا تھا وہ میں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ میں ڈال دیا۔ معلوم ہوا کوئی ایسی بات بھی ہے جو سینہ سے سینہ میں ڈالی جاتی ہے۔ اب بیعت کے بارے میں حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مشہور و معروف رسالہ ”القول الجمیل“ کی عبارت کے ترجمہ کو بعینہ نقل کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس سے زیادہ واضح و مدلل عبارت میری نظر سے نہ گزری تھی۔

فرمایا: ”احادیث مقدسہ سے بیعت کا مسنون ہونا ثابت ہے اگرچہ زمانہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں بیعت کتنے ہی امور کے واسطے تھی اور اب ایک مقصد میں منحصر ہے۔ لیکن یہ امر اصل غرض کو مضر نہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔“

اِنَّ الَّذِیْنَ یُکَاۤیِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُکَاۤیِعُوْنَ اللّٰہَ طَیِّدُ اللّٰہِ فَوْقَ
اَیْدِیْہِمۡ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یُنْکَثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَ مَنْ اَوْفٰ بِمَا

عَهْدَ عَلَيْهِ اللَّهُ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا۔
 ترجمہ: تحقیق جو لوگ بیعت کرتے ہیں آپ سے (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سوائے اس کے نہیں کہ وہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ سو جو عہد شکنی کرتا ہے تو وہ اپنے نفس کی مصرت پر عہد شکنی کرتا ہے۔ اور جس نے پورا کیا اس کو جس پر اللہ سے عہد کیا تھا تو اس کو عنقریب اجر عظیم غنایت فرمائے گا۔

اور احادیث مشہورہ میں منقول ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ لوگ بیعت کرتے تھے حضور علیہ السلام سے کبھی ہجرت اور جہاد پر اور گاہے اقامت ارکان یعنی صوم و صلوٰۃ۔ حج۔ زکوٰۃ پر اور گاہے ثبات اور قرار پر معرکہ کفار میں چنانچہ بیعت الرضون۔ اور کبھی سنت نبوی کے تسک پر اور بدعت اسے بچنے پر اور عبادت کے حریص اور ثنائق ہونے پر۔ چنانچہ بروایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی۔ انصار کی عورتوں سے فوج نہ کرنے پر۔ ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند محتاج مہاجرین سے بیعت لی۔ اس پر کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کریں گے۔ سوال کا یہ حال تھا کہ اگر کسی کا کورا اگر خانا تو گھوڑے سے اتر کر اس کو خود اٹھا لیتا تھا اور کسی سے کورا اٹھانے کا بھی سوال نہ کرتا۔ اور وہ جس میں شک و شبہ نہیں وہ یہ ہے کہ جب ثابت ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی فعل بطریق عبادت اور اہتمام کے نہ ہو سبیل عادت تو وہ فعل سنت دینی سے کم نہیں اور چونکہ بیعت لینا امور مذکورہ کا بطریق عبادت بکمال اہتمام تھا، تو بیعت کے مسنون ہونے میں اب کچھ شک و شبہ نہیں رہا یہ بیان کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ وسلم خلیفۃ اللہ تھے۔ اس کی زمین میں اور عالم تھے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن و حکمت کو اتارا اور معلم تھے قرآن اور حدیث کے اور امت کے پاک کرنے والے تھے۔ سو جو فعل کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنا بر خلافت کے کیا۔ وہ خلفاء کے واسطے ہو گیا۔ اور جو فعل کہ بھیت تعلیم کتاب اور حکمت اور تزکیہ امت کے کیا وہ علمائے راہنہ کے واسطے سنت ہوا۔ (ف) علمائے راہنہ سے

مراد وہ علمائے جو علم ظاہر و باطن کے جامع ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ بیعت چند قسم پر ہے۔ بعض بیعت خلافت کی اور بعض بیعت اسلام لانے کی۔ اور بعض بیعت تقویٰ کی رسی پکڑنے کی اور بعض بیعت ہجرت اور جہاد کی۔ اور بعض بیعت جہاد میں مضبوط رہنے کی۔ اور مسلمان ہونے کی بیعت خلفاء کے زمانہ میں متروک تھی۔ کہ داخل اسلام ہونا۔ اکثر بسبب شوکت

اور تلوار کے تھا۔ نہ بالیق قلوب اور اظہار دلیل اسلام پر۔ اور نہ دخول اسلام اپنی خوشی اور رغبت پر تھا اور خلفائے راشدین کے سوا اور خلفاء کے وقت میں چنانچہ خلفائے مروانیہ اور عباسیہ کے وقت میں۔ اس واسطے بیعت اسلام متروک تھی۔ کہ ان میں اکثر ظالم اور فاسق تھے۔ اقامت دین میں کوشش بیغ نہ کرتے تھے۔ اور اسی طرح تقویٰ کی رسی تھا منہ کی بیعت زمانہ خلفاء میں متروک تھی۔

خلفاء راشدین کے زمانہ میں تو بسبب کثرت اصحاب کے متروک تھی جو نورانی ہو چکی تھی بسبب محبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور متادب ہو چکی تھی۔ آپ کے حضور میں تو ان کو کچھ حاجت نہ تھی خلفاء کی بیعت کی تصفیہ باطن کے واسطے اور خلفاء کے سوا۔ اور زمانہ میں بسبب خوف پھوٹ پڑنے کے اور اس خوف

سے کہ بیعت تقویٰ کرنے والوں کے ساتھ بیعت خلافت کا گمان کیا جائے تو
 فساد اٹھے چنانچہ بیعت مذکور متروک تھی اور اس وقت میں اہل تصوف خرقہ و
 کو قاتم مقام بیعت کے کرتے تھے پھر بعد مدت یہ رسم بیعت ملوک اور سلاطین
 میں معدوم ہو گئی۔ تو حضرات صوفیہ نے فرصت کو غنیمت جان کر سنت کرچنگل
 مارا۔ واللہ اعلم۔ (ف) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ
 نے فرمایا کہ صوفیہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس سنت بیعت کے جاری کرنے میں
 اس حدیث مرفوعہ کے مصداق ہیں کہ جوارثنا و بنوئہ ہے کہ جو میری کسی سنت کو
 زندہ کرے تو اس کو اس کا بھی اجر ملے گا اور ان لوگوں کا اجر بھی اس کو ملے گا جو
 اس سنت پر چلیں (یا ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے: مَنْ أَحْيَا
 سُنَّتِي عِنْدَ فُسَادِ أُمَّتِي فَلَهُ أَجْرُ مَا تَهَّ شَهِيدًا۔ یعنی جس نے زندہ
 کیا میری ایک سنت کو فساد امت کے زمانہ میں تو اس کو سو شہیدوں کا ثواب
 ملے گا۔

اب مشائخ علیہم الرحمہ کے چند ایک حقوق و آداب بیان کئے جاتے ہیں

پیر کا مرتبہ و حق

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے فرمایا: "جاننا چاہیے
 کہ پیر کے حقوق تمام حقداروں کے حقوق سے بڑھ کر ہیں۔ بلکہ حق سبحانہ کے
 انعامات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کے بعد جو سب کے پیر
 حقیقی ہیں دوسروں کے حقوق کو پیر کے حقوق سے کچھ نسبت نہیں ہے وللا تعجل

مہر خیز والدین سے ہے لیکن ولادت حقیقی و روحانی پیر سے مخصوص ہے۔ ولادت
 جسمانی کیلئے چند روزہ زندگی ہے اور ولادت روحانی کی زندگی ابدی ہے وہ پیر
 ہی کی ذات ہے جو مرید کی باطنی نجاستوں کو اپنے قلب روح کی توجہ سے
 دور کر کے اس کے باطن کو پاک و صاف کر دیتی ہے۔ بسا اوقات توجہ میں جو بعض
 مریدوں کی نسبت واقع ہوتی ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ ان کی باطنی نجاستوں کے
 پاک کرنے میں صاحب توجہ کے باطن میں آلودگی آجاتی ہے اور کچھ دیر تک اس
 کو مکرر رکھتی ہے پیر ہی کے ذریعہ سے خدا تک پہنچ جاتے ہیں۔ جو تمام دینی اور
 دنیاوی سعادتوں سے اعلیٰ و افضل ہے۔ پیر ہی کے وسیلہ سے نفس امارہ جو
 بالذات خبیث ہے۔ پاک و صاف ہو کر امارگی کو چھوڑ کر مقام اطمینان تک
 پہنچ جاتا ہے اور کفر طبعی کو چھوڑ کر اسلام حقیقی میں آجاتا ہے۔
 اگر گویم شرح میں بے حد شود اگر اس کی شرح کروں تو بے حد ہو جائے
 پس اپنی سعادت کو پیر کے قبول میں اور اپنی شقاوت کو اس کے رو میں جاننا چاہیے
 خدا تعالیٰ کی رضا پیر کی رضا میں پوشیدہ ہے۔ جب تک مرید اپنے آپ
 کو پیر کی رضا مندی میں گم نہ کرے خدا تعالیٰ کی رضا مندی تک نہیں پہنچتا مرید
 کی آفت پیر کے آزار میں ہے۔ اور سب لغزشوں کا تدارک ممکن ہے لیکن پیر کے
 آزار کا کوئی تدارک نہیں ہو سکتا۔ پیر کا تانا ماری کے لیے بد بختی کی جڑ ہے اور
 اس کا غمزدہ اور نتیجہ یہ ہے کہ اس کے اسلامی عقائد میں خلل اور احکام شرعی
 کے بجالانے میں فتور واقع ہو جاتا ہے۔ احوال و مواجید کی نسبت جو باطن
 سے تعلق رکھتے ہیں کیا بیان کیا جاوے احوال کا اثر جو پیر کے آزار کے بعد

باقی رہے اس کو بھی استدراج جاننا چاہیے جس کا انجام خراب ہو کر ہوا ہے
 ضرر کے اس کو کچھ نتیجہ نہ دے گا۔

نیز آپ نے فرمایا کہ مرید کا اعتقاد اپنے پیر کو افضل و اکمل جاننے میں اس محبت
 کے ثمرات اور نسبت کے نتائج میں سے ہے۔ جو فائدہ اور استفادہ کا سبب ہے
 لیکن چاہیے کہ پیر کو ان لوگوں پر فضیلت نہ دے۔ جن کی فضیلت شرع میں مقرر ہے
 کیونکہ یہ امر محبت میں افراط کا موجب ہے اور افراط مذموم ہے۔ شیعہ لوگ اہل بیت
 کی افراط محبت میں پڑ کر خراب و تباہ ہو گئے اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی افراط
 محبت کے باعث خسارت ابدی کے مستحق ہوئے۔

یہ نصاریٰ کا خدا اور وہ علی شیعوں کا:

لوگ کس ڈھنگ سے اچھوں کو برکت دیتے ہیں

ہاں اگر اُن کے سوا اور پر فضیلت دے تو جائز ہے۔ بلکہ طریقت میں واجب
 ہے کہ اپنے شیخ کو تمام متاسخ سے افضل و اکمل جانے اور یہ فضیلت دینا مرید
 کے اپنے اختیار میں نہیں ہے بلکہ مرید اگر صاحب استغداد ہو تو بے اختیار اس میں
 یہ اعتقاد پیدا ہو جاتا ہے اور اسی اعتقاد کے وسیلہ سے پیر کے کمالات کو حاصل
 کر لیتا ہے۔ اور اگر یہ فضیلت اپنے اختیار یا تکلف سے پیدا کرے تو جائز نہیں
 اور نہ ہی اس سے کچھ نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔

نیز فرمایا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے کہ شیخ
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نائب ہے اور اس کی متابعت اور حفظ مراتب
 خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عین متابعت ہے کیونکہ نائب کی تعظیم عین

منیب کی تعظیم ہوتی ہے۔ اور سلوک طریق شیخ کی متابعت کے بغیر محال ہے۔ پس چاہیے کہ تمام اطراف سے منہ پھیر کر اپنے پیر کی طرف متوجہ ہو اور پیر کے حضور میں بے اعانت نفل و انکار میں مشغول نہ ہو اور اس کے سوا کسی اور کی طرف متوجہ نہ ہو۔ بلکہ جب تک وہ امر نہ فرماویں۔ ذکر میں بھی مشغول نہ ہو دوسرے اور سوائے فرض و سنت کے اس کے حضور میں اور کچھ ادا نہ کرے۔“

آپ نے ایک اور جگہ فرمایا کہ زیادہ فائدہ صوفیوں کے طریق بلکہ مذہب اسلام میں اس آدمی کے لیے ہے۔ جس میں تقلید کی فطرت اور متابعت کی جبلت زیادہ ہو۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں چونکہ متابعت کی فطرت زیادہ تھی۔ بے توقف تصدیق نبوت کی سعادت سے فیض یاب ہو گئے اور صدیقیوں کے رئیس بن گئے اور ابو جہل میں چونکہ تقلید کی استعداد نہ تھی۔ راہ سعادت کے واسطے متعدد نہ ہوا اور ملعونوں کا پیشوا بن گیا۔ مرید جو قدم پاتا ہے وہ پیر ہی کی تقلید سے پاتا ہے۔ پیر کی خطا مرید کے ثواب سے بہتر ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام عمر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سہو کی آرزو کرتے رہے۔

میں نے ایک عزیز سے سنا ہے کہ وہ کہا کرتا تھا کہ بعض دعائیں جو مشائخ سے منقول ہیں اور اتفاقاً مشائخ سے ان میں خطا ہو گئی اور ان کو الٹ پلٹ پڑھتے رہے اور ان کے تابعداران کو اسی طرح منحرف پڑھیں تو وہی تاثیر بخشی ہیں اور اگر صحیح یادداشت کر کے پڑھیں تو تاثیر سے خالی رہ جاتی ہیں۔ لیکن خبردار رہیں کہ ان دعاؤں سے مراد وہ دعائیں ہیں جو قرآن و حدیث کے علاوہ ہوں

کیونکہ قرآن و حدیث کے الفاظ کو بدلتا گمراہی ہے۔

طالبان مولیٰ کیلئے ضروری آداب

واضح ہو کہ مرید اپنے شیخ کا جس قدر زیادہ ادب کرے گا۔ اتنی ہی محبت بڑھے گی اور جوں جوں محبت بڑھتی جائے گی۔ اتنا ہی عہد ہی اس کو کمال حاصل ہوگا۔ شریعت طریقت و تصوف سب مجموعہ آداب ہیں۔ جب تک آداب کی رعایت نہ کی جائے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا ہے ادب کسی مقام و درجہ کو نہیں پہنچتا بلکہ وہ رحمت الہی سے محروم رہتا ہے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

از خدا خواہیم تو نسبیق ادب بے ادب محروم ماند از کطف رب

بے ادب خود را ز تنہا خوار کرد بلکہ آتش و رجمہ آفاق زد

اے دوست! خوب جان لے کہ ظاہر کا حسن ادب باطن کی راستگی کی علامت ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ارشاد ہوا: "لَوْ خَشَعَ قَلْبُهُ لَخَشَعَ جَوَارِحُهُ" اگر اس کا دل جھکتا تو اس کے اعضا بھی جھکتے۔ (یہاں سے ان لوگوں کی گمراہی ثابت ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ ہم صرف دل کی نماز پڑھتے ہیں۔ سبحان اللہ اگر ان کا دل نماز پڑھتا تو بدن بھی ضرور نماز کے لیے جھکتا)

نقل ہے کہ حضرات ابو حفص حداد ایک دفعہ حج کو جا رہے تھے۔ جب بغداد میں پہنچے حضرت جنیدؒ نے استقبال کیا۔ حضرت ابو حفصؒ کے مرید آپ کے سامنے پاؤں کے بن کھڑے رہے اور بہت اچھا ادب بجا لایا کرتے تھے۔

حضرت جنیدؒ نے کہا آپؑ نے یاروں کو شاہی آداب سکھائے ہیں فرمایا کہ دوستوں کے ظاہری آداب کو نگاہ رکھنا حق تعالیٰ کے باطنی آداب کو نگاہ رکھنے کی علامت ہے۔

نقل ہے کہ حضرت جنیدؒ نے ایک مرید کو شیخ ابو حفص حداد کی خدمت میں نہایت مودب دیکھ کر پوچھا کہ یہ جوان کب سے آپ کی خدمت میں ہے۔ فرمایا دس سال سے۔

کہا کہ اس جوان میں بڑا ادب اور کمال شائستگی ہے۔

فرمایا ہاں۔ اٹھارہ ہزار دینار اپنی گرہ سے اس نے ہماری ضروریات میں خرچ کئے ہیں۔ بلکہ اٹھارہ ہزار قرض لے کر ہم پر اٹھارہ کئے ہیں اور ابھی تک اس کو یہ جرأت نہیں کہ ہم سے سوال کرے۔

حضرت محمد بن فضیلؒ فرماتے ہیں کہ بد بختی کی تین علامات ہیں۔ ایک یہ کہ اس کو صالحین کی صحبت نصیب ہو اور ان کی عزت و حرمت سے محروم رہے۔ دوسرے علم ہو اور عمل نہ ہو۔ تیسرے عمل ہو اور اخلاص نہ ہو۔

حضرت ابو عمر ذفانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں تیس سال تک حضرت جنیدؒ کے پاخانہ کو اپنے ہاتھ سے صاف کرتا رہا اور میں اس پر فخر کرتا ہوں۔

محبوب ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ مکتوبات شریف میں فرماتے

ہیں کہ دولت و نعمت اگرچہ بظاہر کسی جگہ سے حاصل ہوا ہے پیر ہی کے طفیل جانے کہ وہ ہر صورت میں جامع ہے۔ اور جو تربیت ظہور میں آتی ہے وہ درحقیقت اسی سے ہے۔ یہ مقام طالبوں کے منازل سے ہے اس پر واقف ہونا چاہیے۔

تاکہ دشمن موقع پا کر اس کو پراگندہ نہ کرے اور اس بات کو غور سے سنو کہ ہر کہ
 یک جا است ہمہ جا است و ہر کہ ہمہ جا است ایچ جائست۔ " یعنی جو ایک
 کا ہو جائے سب کا ہو جاتا ہے اور جو سب کا بننا چاہے وہ کسی کا بھی نہیں ہوتا۔
 اپنے پر کا مقبول سب پیروں کے ہاں مقبول ہے اور اس کا مردود سب کے
 ہاں مردود۔

بندہ نے اس معاملہ میں اکثر طالبوں کو غلطی کھاتے دیکھا ہے بعض وہ
 ہیں جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ایک شیخ کو میر گردانے کے بعد یہ حرام ہے کہ کسی
 دوسرے شیخ کی مجلس میں جائے یا کسی کی تعظیم و توقیر کی جائے یا کسی اور کی
 کلام سنی جائے۔ حالانکہ یہ غلطی پر ہیں اور بعض ہیں کہ ایک شیخ سے بیعت تو کر لیتے
 ہیں لیکن اپنی خواہش و مرضی سے جگہ جگہ گھومتے رہتے ہیں اور ہر جگہ سے امید
 وابستہ کئے ہوئے ہوتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ ایسا کرنے سے ہمیں سب
 کی طرف سے فیض ہوگا اور یہ بھی صریحاً غلطی پر ہیں۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ان
 کی ہمت منتشر ہو جاتی ہے اور کسی جگہ سے بھی بامراد نہیں ہوتے۔

اے دوست! اکابر طریقت کا اس امر میں یہ ارشاد ہے کہ مرید کو لازم ہے
 کہ بیعت کرنے کے بعد اپنے شیخ کی طرف پوری ہمت سے متوجہ ہو اور اس کی
 توجہ کو اپنی طرف مبذول کرنے میں دن کو رات اور رات کو دن سے ملاوے۔
 حتیٰ کہ اس کو شیخ سے وہ رابطہ محبت اور رجحان قلبی نصیب ہو جائے جس کے
 غلبہ کے وقت اس کو معلوم ہونے لگے کہ میرے شیخ کے علاوہ اور کوئی شیخ
 دنیا میں موجود ہی نہیں اور یہی اس وقت نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

اور مجھے ان کے سوا کسی اور سے ہرگز فائدہ نہیں ہو سکتا۔ جب یہ کیفیت اس پر وارد ہو جائے تب کہیں جا کر وہ اس قابل ہوتا ہے کہ کسی دوسرے شیخ کی خدمت میں جاسکے کیونکہ وہ اپنا دل شیخ کو دیے ہوئے ہوتا ہے۔ اور شیخ ہر وقت اس کی آنکھ کی پتلی میں ہوتا ہے۔ اب جہاں جائے گا اپنے ہی شیخ کے کمال کا مظاہرہ کرے گا۔ اور جہاں سے کچھ پائے گا اسے اپنے ہی پر کی طرف سے جائیگا۔

اے عزیز! طریق تصوف میں یہ چیزیں نہایت ضروری سمجھی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ اپنے شیخ کو تمام مشائخ سے افضل و اکمل جانے اور دوسرے اس کے طریقہ کو تمام طریق سے اشرف و اقرب جانے اور اس کی محبت دل پر غالب رکھے اور جہاں کہیں سے بھی ظاہری و باطنی فائدہ حاصل ہو۔ اسے اپنے شیخ کی طفیل جانے۔

تنبیہ :- جو مرید کسی اور جگہ سے کچھ پائے اور اسے اپنے شیخ کی طرف اعتقاد نہ رکھے۔ تو خطرہ ہے کہ وہ فیض قبل موت اس سے سلب کر لیا جائے کیونکہ اس نے اپنے شیخ کے حقوق کو سلب کیا۔ عیاذ باللہ۔ لیکن اس سے یہ مراد نہیں کہ مرید بدخلق ہو جائے۔ بلکہ اگر کوئی صاحبِ ارشاد اپنی مجلس میں مدعو فرماویں یا باتفاق کسی حلقہ و مجلس میں جانے کا موقع ملے تو ہرگز انکار نہ کرے اور بڑی خندہ پیشانی سے حاضر ہو۔ اور شکر ادا کرے اور جو بات بھی اچھی دیکھے اس پر عمل کرے۔ لیکن کسی بات پر اعتراض نہ کرے اور کسی کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھے اور یہ جواب میں سے ہے کہ جب کسی حلقہ و مجلس

میں حاضر ہو تو قبل اس کے کہ وہ صاحب مجلس کی طرف مخاطب ہو۔ یہ تصور کرے کہ میں اپنے شیخ و مرشد کی مجلس میں حاضر ہوں اور یہ انہیں کی مجلس ہے اور پھر صدر مجلس کی طرف پوری توجہ سے مخاطب ہو۔ لیکن یہ اعتقاد بھی نہ رکھے کہ شیخ ہر آن حاضر و ناظر ہیں اور شیخ کی طرف فقط بوصف محبت و تعظیم مخاطب ہو۔ کیونکہ ہر آن حاضر و ناظر فقط اللہ عزوجل کی ذات ہے۔ البتہ خلافِ شرع مجلس میں جانے سے انکار کر دے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

اے دوست! مرید کے لیے سب سے زیادہ نفع دینے والی اور نامدہ دینے والی شے اس کے شیخ و مرشد کی صحبت و دیدار ہے۔ پس جہاں تک ہو سکے اس کی صحبت سے دور نہ ہو اور صحبت کے آداب اچھی طرح بجالائے جب شیخ و مرشد کے دیدار کا قصد کرے تو پہلے اپنے ارادے اور نیت کو درست کرے اور اچھے اعتقاد سے قدم اٹھائے اور حتی الامکان اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا جائے اور پیر کے حضور میں بے وضو نہ جائے اور مجلس میں پہنچ کر یہ انتظار نہ کرے کہ میری تعظیم کے لیے کوئی کھڑا ہو یا میرے بیٹھنے کے لیے جگہ کشادہ کرے بلکہ فوراً تعظیم بجا لا کر بیٹھ جائے اور سوال کے شیخ کے کسی کی طرف نہ دیکھے اور بغیر اجازت اپنی بات نہ کہے اور جو شیخ فرمادیں اس کو پوری توجہ و التفات اور دھیان سے سُنے۔ اگرچہ طبیعت ساقط نہ بھی دے تب بھی غور سے سُنے اور کسی کلام پر شک و وہم نہ کرے اور اس کلام کے نور سے

اے اور یہی حکم کسی مزار پر حاضری کا ہے۔

اپنے دل کو متور کرے اور اگر کوئی بات ناموافق دیکھے تو اپنے چہرے کے
 اثرات یا حرکات و سکنات یا زبان سے ناگواری کا اظہار نہ کرے کیونکہ
 بعض اوقات باتوں باتوں میں ہی مرید کا امتحان لیا جاتا ہے۔ اور شیخ کے
 سجادہ پر پاؤں نہ رکھے۔ اور اسی حکم نہ بیٹھے جہاں سے اس کا سایہ شیخ پر
 یا شیخ کے کپڑوں پر پڑے۔ شیخ کے حضور میں دنیا کی تکالیف کی شکایات
 نہ کرے۔ ہاں اگر شیخ و مرشد خود دریافت حال فرماویں تو احتیاط سے اور شکریہ
 خداوندی بجالاتے ہوئے عرض کرے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ یہ اس لیے کہ مرید
 اپنے آپ کو پریشان ظاہر کر کے پیر کو بھی پریشان کرتا ہے۔ کیونکہ اس کو مرید
 سے شفقت ہے اور لامحالہ مہربان کو اس کی اذیت سے رنج پہنچے گا۔

شیخ کے حضور میں اونچی آواز سے بات نہ کرے اور اس کی اجازت کے
 بغیر کسی کی تعظیم یا کسی سے کلام کرنے میں مشغول نہ ہو اور ادھر ادھر نہ جھانکے
 بلکہ خاموشی سے انتظار کی حالت میں دوزانو بیٹھے۔ لیکن الیا بھی سزگول نہ
 ہو کہ شیخ کے اشاروں سے غافل رہے۔ بلکہ تعظیم و اشتیاق سے شیخ کے
 اشاروں اور ارتداد و فرمان کا منظر رہے اور اگر کوئی حکم ہو تو فوراً تعمیل کے لیے
 اٹھ کھڑا ہو کہ دوبارہ نہ کہنا پڑے۔ اور بڑی ہمت، تندہی اور خندہ پیشانی سے
 خدمت بجالا دے اور شیخ کے کسی فرمان کی تاویل نہ کرے۔ بلکہ اس کے
 کلام سے واقفیت پیدا کرے۔

اے عزیز! طالب کو لازم ہے کہ شیخ کے حضور میں اپنے دل کو وساوس
 اور پراگندہ خیالات سے ایسے صاف رکھے گویا کہ شیخ اس کے حالات سے

باخبر ہے۔ اور دل و زبان پر کوئی اعتراض نہ لائے اور اگر کوئی بات پوچھے یا خواب سنائے تو شیخ سے جواب و تعبیر پر اصرار نہ کرے۔ اگر جواب فرمادیں تو فیہا اور اگر سکوت فرمادیں تو وہی اپنے لیے بہتر جانے اور یہ نہ خیال کرے کہ پیرو مرشد اس کے جواب سے عاجز ہیں۔ پیر کے حضور میں بے اجازت نفی عبادت و اذکار میں مشغول نہ ہو بلکہ ذکر قلبی سے بھی حذر بہتر ہے۔ چہ جائیکہ نہانی ذکر کرے۔ پیر کے خانگی امور میں ہرگز دخل نہ دے اور کوئی رشتہ پیش کرنے کی جرأت نہ کرے اور نہ ہی امور خانگی کی ٹول میں ہے۔ کیونکہ اس سے شیخ کی حرمت دل سے کم ہوتی ہے جو ہلاکت کا موجب ہے۔ بلکہ ان تمام احوال و علانق میں خود و فکر کرنے سے بچے۔ جن کا تعلق بشریت عامہ سے ہے شیخ کے گھر والوں کو اور خاص کر اولاد کو عزت کی نگاہ سے دیکھے۔ اور شیخ کے حضور میں کھلھلا کر نہ ہنسنے۔ یعنی قہقہہ نہ لگائے اور نہ ہی ایسی بات کہے جس سے شیخ کی سبکی ہو اور اس کو شرمندگی ہو۔

طالب کو چاہیے کہ ناخمس لوگوں کی صحبت سے بہت بچے اور خاص کر جو آدمی اس کے شیخ کا شکوہ و غیبت کرنے والا ہو۔ بلکہ اس کو جھڑک دے اور اپنے آپ کو اس کا دشمن ظاہر کر دے خواہ وہ اس کا جائے ادب ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ شیخ کا ادب تمام آداب سے بالاتر ہے اکثر دیکھا گیا کہ مرید نے پیر کی غیبت ہوتے سنی اور وہ اس پر برا نیکی نہ ہوا اور غیبت کنندہ کو نہ ڈانٹا تو اس کی نسبت ہی سلب کر لی جاتی ہے عیاذ باللہ طالب کو چاہیے کہ اپنے شیخ کے حق میں اس بات کا معتقد ہو کہ

عالم باللہ اور مخلوق کے لیے ناصح و مہربان ہے نہ یہ کہ اس کو بالکل معصوم جانے کیونکہ بالکل معصومیت تو فقط انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے۔ ہاں اولیاء اللہ (کبیرہ گناہوں سے) کسی حد تک محفوظ ہوتے ہیں۔

کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے ایمان یعنی ولایت عامہ زائل نہ ہونے پر تو جہود اہل سنت و جماعت متفق ہیں اگرچہ بعض علماء نے گناہ کبیرہ کے ارتکاب پر ایمان کی نفی کی ہے لیکن امام اعظم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ عین ارتکاب کے وقت ایمان خارج ہو جاتا ہے بعد میں ندامت سے پھر عود کر آتا ہے

لیکن ولایت خاصہ جو قرب الہی کا نام ہے کبیرہ گناہوں سے زائل ہونے پر سب متفق ہیں۔ اس میں ایک ستر یہ ہے کہ ولی گناہ کبیرہ کو عزم و ارادہ سے نہیں کرتا بلکہ غلبہ ہول سے سہواً ہو جانا ممکن ہے لیکن اسپر مضمر ہونا ولایت کی نفی کرتا ہے۔ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ

قرآن مجید میں ہے۔ اِنْ اَوْلِيَائُكُمْ اِلَّا الْمُتَّقُونَ۔ یعنی اللہ کے ولی نہیں ہوتے مگر متقین یعنی غیر متقی سے ولایت کی نفی کی ہے۔

دوسری جگہ فرمایا۔ اِلَّا اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ۔ خبردار اللہ کے اولیاء کو کوئی خوف و غم نہیں وہ لوگ جو ایمان لائے اور متقی ہوئے۔

ولایت دراصل تقویٰ کا ہی دوسرا نام ہے جتنا تقویٰ ہوگا اتنی ہی ولایت ہوگی۔

محبوب الہی حضرت خواجہ نظام الدین قدس سرہ فرماتے ہیں کہ طریقت کی آفت

بلیات سات قسم پر ہیں۔ ^۱اعراض۔ ^۲حجاب۔ ^۳تفاسل۔ ^۴سلب۔ ^۵مزید۔ ^۶سلب قدیم۔ ^۷تسلی
 عداوت۔ مثلاً محب یعنی مرید سے کوئی ایسا فعل سرزد ہو جو محبوب یعنی شیخ کو ناپسند
 مکروہ ہو اور شیخ مرید سے منہ پھیرے یہ اعراض ہے۔ اگر مرید اس فعل سے باز
 جائے اور توبہ کرے اور عذر پیش کرے تو وہ اعراض اقبال سے بدل جاتا ہے اور
 رشتہ محبت قائم ہو جاتا ہے اور اگر مرید اسی طرح اپنے فعل پر اصرار کرتا رہے تو
 حجاب پیش آجائے گا۔ اور وہ شیخ سے محب ہو جائے گا۔ اور اگر مرید اس سے
 بھی پشیمان نہ ہوا۔ اور عذر خواہی نہ کی تو جدائی تک نوبت پہنچ جائے گی یعنی شیخ
 مرید سے تفاسل اختیار کرے گا۔ اگر مرید اس پر بھی متنبہ نہ ہوا تو سلب مزید ہو جاتا
 ہے یعنی نوافل واذکار اور وظائف میں فتور پڑ جاتا ہے۔ اگر اس سے بھی باز نہ آئے
 تو سلب قدیم ظاہر ہو جاتا ہے۔ یعنی فرائض و واجبات میں سستی وارد ہوتی ہے اور
 کمال بے ذوقی و خشکی طاری ہو جاتی ہے اگر اس پر بھی مرید توبہ نہ کرے تو تسلی واقع
 ہو جاتی ہے۔ یعنی فرائض و واجبات کے فوت ہو جانے پر اس کو کوئی غم یا ندامت
 نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کا دل شیخ کی جدائی پر آرام و قرار پکڑ جاتا ہے۔ اگر اسی طرح
 غفلت و سستی میں پڑا رہے تو عداوت پیدا ہو جاتی ہے اور دوستی کا معاملہ دشمنی
 سے بدل جاتا ہے۔ نعوذ باللہ منها۔ ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں
 ان آفات سے۔

اے دوست! آئمہ طریقت کا فرمان ہے کہ مرید کو اپنے شیخ سے محبت و
 الفت ایسی ہونی چاہیے جیسے بیٹے کو باپ سے۔ اور خوف و ہیبت ایسی ہونی
 چاہیے جیسے غلام کو آقا سے اور خوب جانے کہ شیخ اپنے طالبوں کا اس امر

میں مختلف پیرایوں میں جائزہ لیتا رہتا ہے۔ لہذا ہوشیار رہنا چاہیے اور شیخ کے اوقات کو بڑی بیداری سے مطالعہ کرتا رہے۔ محبت کے وقت خوف، ہجرت کے وقت محبت کا اظہار نہ کرے اور ان دونوں میں سے جس چیز کی کمی پائے اس کو اپنے اندر پیدا کرتا رہے۔ اور مضمون اس کی طرف لوٹتا ہے۔

الْإِيمَانُ بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ

اور اس بات سے بہت حذر کر کہ تو شیخ سے بے تکلف ہم کلام اور مساویانہ لہجہ میں ہم سخن ہو۔ بلکہ شیخ کا مل اکثر اسی طریقہ سے دریافت کر لیتے ہیں کہ طالب کے دل پر میری کتنی ہیبت طاری ہو چکی ہے۔

حکایت ہے کہ ایک مرید دروازہ سے بے کر شیخ کی قدمبرسی تک سنبھلا رہا تھا۔ شیخ نے فرمایا: "اے باادب و بے ادب! دوستوں نے عرض کی۔ حضور یہ بے ادب کس طرح ہوا۔ فرمایا باادب اس لیے کہ تمام آداب بجالایا اور بے ادب اس لیے کہ اسے میری ہیبت مانع نہ ہوئی تاکہ ایک دو آداب تو ان میں سے میری ہیبت سے بھول جاتا۔ اس حکایت میں یہ لطیف رمز ہے کہ خالص محبت عقل پر قابو پالیتی ہے اور اسی لیے کمال غلبہ محبت کو جنون کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ تَهْمَرُ مَنْ تَهْمَرُ۔

طالب کو چاہیے کہ شیخ کی تقسیم پر راضی رہے اور اس سے جھگڑا کرنے والا نہ ہو۔ یہ کہ فلاں کو کوئی عطیہ کیوں ملا۔ اور فلاں کو کیوں نہ ملا؟ اور کسی سے حسد نہ کرے کہ یہ فقہ عظیم کی جڑ ہے۔

طالب کو لازم ہے کہ شیخ کی جانی و مالی خدمت میں دریغ نہ کرے کیونکہ

یہ امر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کو جان و مال کے ساتھ بہ نسبت شیخ کے زیادہ محبت ہے۔ مضمون ادب ایک ایسا مضمون ہے کہ جس پر حقینی بھی عبارتیں لکھی جائیں کم ہیں۔ تاہم یہ گزارش کرتا ہوں کہ مرید کو اپنی سعادت کی علامت شیخ کی محبت سمجھنا چاہیے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ مرید جس کو شیخ سے محبت غالب ہو لیکن نفلی عبادت کم کرتا ہو۔ بہت بہتر ہے اس مرید سے جو نفلیں بہت پڑھتا ہے۔ لیکن شیخ کی محبت اس میں کم ہو، حقیقت تو یوں ہے۔ محبت ہوگی تو ادب خود بخود آجائے گا اور اگر ادب کرے گا تو محبت خود بخود آجائے گی۔

مرید مبتدی کو جب تک طریقت میں استقامت نہ ہو جائے تب تک شیخ کی صحبت سے تنہائی اختیار نہ کرے۔ ورنہ شیطان اس کا ہم نشین ہو کر جلدی اس کو فتنہ میں ڈال دے گا۔ حضرت یحییٰ معاف رازیؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ مرید یہ کیا بہت سخت ہے۔ فرمایا کہ نا جنس اور اغیار کی ہم نشینی مولانا جلال الدین رومیؒ فرماتے ہیں کہ مقبول مرید کی علامت یہ ہے کہ وہ ہرگز بیگانہ آدمی کے ساتھ صحبت نہیں رکھتا۔ اور اگر صحبت کا اتفاق ہو بھی جائے تو اس طرح بیٹھتا ہے جس طرح لڑکا مکتب میں اور قیدی قید خانہ میں۔

شیخ جلال فرماتے ہیں۔ مَنْ لَا آدَبَ لَهُ لَا شَرَّاءَ عَسَلَهُ، جس کو ادب نہیں اس کو شرعت کی بھی خبر نہیں۔

ابو بکر کتانیؒ فرماتے ہیں۔ مَنْ لَمْ يَتَّذَرْ بِآدَبٍ بِاسْتِزَادٍ فَهُوَ بَطَالٌ، جس نے کسی پر طریقت سے ادب نہیں سیکھا وہ جھوٹا مکار ہے۔

شیخ الشیوخ کا قول ہے۔ فَوْنُ لَا آدَبَ لَكَ لَا اِيْمَانَ لَكَ
وَلَا تَوْحِيدَ لَكَ۔ جس کو ادب نہیں اُس کا ایمان و توحید کچھ نہیں۔

مُرید جب شیخ کی منزل یا گھر میں جاوے تو اپنے دل میں خیال کرے
کہ وہیں اُس کی قبر ہے وہاں سے نکلنے کا ارادہ نہ کرے۔

رسالہ غریب میں ہے کہ جو کام شیخ اپنے مُرید کو فرماتا ہے وہ ایک خلعتِ
الہی ہوتی ہے جو اس کو دی جاتی ہے۔ اور جہاں جاتا ہے اُسی خلعت کی حمایت
میں رہتا ہے اور پیر کا فرمانِ خدا ہی کا فرمان ہوتا ہے۔ مُرید پر واجب ہے۔ کہ جو
ظاہری و باطنی نعمت اس کو کسی اور جگہ سے حاصل ہو اس کو بھی اپنے پیر ہی کی
طیفیل جانے اور اپنے پیر کا شکر ادا کرے۔ مُرید کو چاہیے کہ مال و جاہ کو محبت
باہر آوے جن سے نکلنے کی زیادہ تاکید کی گئی ہے اور یہ اعتقاد کرے کہ اُس
کے شیخ کا طریق سب طریقوں سے زیادہ افضل و اشرَف ہے۔ ورنہ دوسرے
طریقوں کا شوق پڑ جائے گا۔ اور یہ بات اس کے حق میں اچھی نہیں ہے۔
مُرید کو چاہیے کہ امانت دار ہو اور شیخ کے اسرار کو پوشیدہ رکھے اور
بے اجازت ظاہر نہ کرے۔

نقل ہے کہ کسی مُرید نے امانت کا دعویٰ کیا اور اپنے شیخ سے اسرار
طلب کئے لیکن شیخ نے اس کو امین نہ جانا۔ ایک دن اس کو آزمانا چاہا اپنے کسی
مُرید کو گھر بلا کر چھپا رکھا۔ اور خفیہ طور پر ایک بکرا لاکر ذبح کیا۔ اور اُس کے خون
سے اپنے آپ کو آلودہ کیا اور بکریے کو حجرہ کے اندر دفن کر دیا۔ اتنے میں وہ
مدعی مُرید بھی آ حاضر ہوا۔ شیخ کو خون آلودہ دیکھ کر اس کا سبب پوچھا۔ شیخ

نے کہا کہ فلاں مرید پر مجھے غصہ آگیا تھا اُسے قتل کر کے اس جگہ دفن کر دیا ہے
اس قتل کا معارضہ اس نے ہوائے نفس سے کیا تاکہ وہ جھوٹا نہ ہو۔ اور اس مدعی
سے کہا کہ یہ بھید میرے اور تیرے درمیان امانت ہے کسی سے نہ کہنا۔ آخر اُس
نے مقتول کے باپ سے یہ ماجرا بیان کیا۔ رفتہ رفتہ بادشاہ وقت تک نوبت
پہنچی۔ تفتیش و تلاش شروع ہوئی حجرہ کھودا تو اُس سے مردہ ہکرے کی تلاش
برآمد ہوئی وہ مدعی نجل و شرمندہ ہوا۔ بھلا پھر ندامت سے کیا فائدہ۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ قیوم ثانی خواجہ محمد معصومؒ نے فرمایا کہ ”ذکر بے رابطہ
موصل نیست والبتہ رابطہ بے ذکر موصل است“

اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اس حد تک فرمادیا
ہے کہ آزارِ شیخ کے بعد اگر مرید میں کچھ اثر باقی ہے تو اسے بھی استدراج
خیال کرنا چاہیے کیونکہ وہ آخر ہلاکت کی طرف بے جائے گا۔

واضح ہو کہ جملہ مریدین پر و مرشد کے لیے بمنزلہ اولاد کے ہوتے ہیں لہذا
شیخ اس مرید پر کبھی خوش نہیں ہوگا جو اپنے پیر بھائیوں سے حد رکھنے
والا۔ ان کی غیبت کرنے والا اور ان کو حقارت کی نظر سے دیکھنے والا ہوگا۔ اس
معاملہ میں بہت بیداری سے کام لینا چاہیے اور کسی دوست کا گھر و شکوہ شیخ
سے نہیں کرنا چاہیے۔ بہت ممکن ہے کہ جس دوست کا گھر کیا جائے اس
کی کوئی بات شیخ کو بہت پسند ہو۔

طالب کو چاہیے کہ اپنے پیر بھائی کی ہر ممکن خدمت سے دریغ نہ کرے
اور اگر اس میں کوئی محیب دیکھے تو اس کو حکمت اور پھل نصیحت سے نیکی کی

طرف راغب کرے اور ہمیشہ اس کے حق میں نیک گمان اور دعائے خیر میں یاد رکھے اور ہمیشہ اس کے ایمان اور اعتقاد کو مضبوط کرنے کی کوشش کرتا رہے اور جو بھلی باتیں اسے اپنے شیخ سے پہنچی ہوں ان کو اپنے بھائیوں تک پہنچاتا رہے طالب کو چاہیے کہ اپنے بھائیوں میں اتفاق و اتحاد قائم رکھنے کی کوشش کرے جس نے بھائیوں میں بھڑکاوٹ ڈالی اس نے اپنا ہی نقصان کیا اور شیخ کے آزار کو مفت میں مول لیا لازم ہے کہ اپنے مال و جان اور آبرو کو بھی قربان کر کے دوستوں کے اتحاد کو قائم رکھے اور تواضع کو کسی قیمت پر بھی ہاتھ سے جانے دے اور خیال کرے کہ جہاں مجھے میرے بھائیوں سے سینکڑوں فائدے ہیں وہاں اگر کوئی تکلیف بھی پہنچ گئی تو کیا مضائقہ ہے۔

لقمان حکیم کا مالک انہیں ایک دن خریدہ کاٹ کر دے رہا تھا اور وہ کھا رہے تھے جب ایک کاشش باقی رہ گئی تو مالک نے اسے منہ میں رکھا تو وہ اتنا کڑوا تھا کہ اس نے اگل دیا۔ حیران ہو کر کہا کہ لقمان! تو نے سارا خریدہ کھا لیا اور یہ انہیں کہا کہ اتنا سخت کڑوا ہے۔ تو لقمان نے کہا جس ہاتھ سے آج تک شریں چیزیں کھاتا رہا ہوں۔ اس ہاتھ سے اگر آج کڑوی چیز ملی تو کیا حرج ہے دوستو! یہ بڑا دی فی اللہ ہے جس کو ہر حال میں فانی رشتہ داروں سے ترجیح دینی چاہیے کیونکہ قرآن مجید میں ہے۔

الْأَخِلَاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ۔

قیامت کے روز بڑے گہرے دوست بھی ایک دوسرے کے دشمن ہو

جائیں گے مگر وہ جو پرہیزگار ہیں۔

نیز حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے روز کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ ان کے چہرے پر نور ہونگے اور نور کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے اور رشک کریں گے ان پر نبی اور شہید۔ پوچھا گیا وہ کون ہیں؟ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے الْمُتَحَابُّونَ فِي اللَّهِ یعنی اللہ کے لئے محبت کو نیوالے۔ سورہ فی اللہ محبت طبری دولت ہے۔ اللہ سب کو نصیب کرے آمین۔ ۵

ہر کہ خدمت کرو اور مخدوم شد • ہر کہ خود را دیدار محروم شد
کم ترا ز کم شواگر داری خبر • این طریقہ کامل است ایسے سپر



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فضائل طریقہ نقشبندیہ مجددیہ

اس بند طریق کے سرِ حلقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جو انبیاء علیہم السلام کے بعد تحقیقی طور پر تمام بنی آدم سے افضل ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو وہ نسبت اخص الخاص حاصل ہے جس سے آپ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ممتاز ہیں۔ چنانچہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا صَبَّ اللّٰهُ شَيْءٌ فِيْ صُدْرِيْ اِلَّا صَبَبْتُهُ فِيْ صَدْرِيْ اَوْ بَكْرَتِيْ

جو کچھ اللہ نے میرے سینے میں ڈالا تھا میں نے وہ سب کچھ حضرت ابوبکرؓ کے سینے میں ڈال دیا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ کے ایمان کو تمام اُمت کے ایمان سے وزن کیا جائے تو حضرت ابوبکرؓ کا پلہ بھاری ہو آپ کی رفعت شان کے متعلق کیا کہا جائے جبکہ حضرت عمرؓ کی تمام نیکیاں آپ کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔ نیز ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ میری اُمت پر سب سے زیادہ شفیق حضرت ابوبکر صدیقؓ

ہیں۔

سلسلہ عالیہ کی تعریف میں حضرت امام ربانی قیوم زمانی خزینۃ الرحمۃ
مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات سے اقتباس درج کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس
نسبت شریفہ کا ظہور اتم آپ کی ذات پر ہوا ہے۔ اللہ اللہ اس سلسلہ عالیہ کی شرافت
کے کیا کہنے جس کی ابتداء افضل البشر عبد الانبیاء سے ہے اور جس کے وسط میں
قطب الاقطاب حضرت سید بہاؤ الدین نقشبند بخاری قدس سرہ اور حضرت
امام ربانی قیوم زمانی مجدد الف ثانی قدس سرہ ہیں۔ (جن کی ذات ستودہ صفات اس
امت میں اولوالعزم مرسل کے قائم مقام ہے اور اسی سلسلہ کے آخری رکن حضرت
امام مہدی علیہ السلام ہوں گے۔ جیسا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے مکتوبات
بشرف میں فرمایا ہے۔

”ہمہ شیران جہاں بستہ“ ایں سلسلہ اند

اقتباس درج ہے

”اولیاء اللہ کے تمام سلسلوں کے درمیان سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ

حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف منسوب ہے پس صحو (ہوشمندی بیداری)

کی نسبت ان میں غالب ہوگی۔ اور حضرت صدیق اکبرؓ کے کمالات

ان پر ظاہر ہوں گے۔ لہذا چار ان کی نسبت تمام سلسلوں کی نسبت

بڑھ کر ہوگی۔ دوسروں کو ان کے کمالات کا کیا پتہ اور ان کے معاملہ

کی کیا خبر میں نہیں کہتا کہ تمام مشائخ نقشبندیہ اس معاملہ میں

برابر ہیں۔ ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ اگر ہزاروں میں سے ایک بھی

اس صفت کا مل جابے تو غنیمت ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام جو ولایت کی کمالات کے لیے مقرر ہیں ان کو یہ نسبت حاصل ہوگی اور اس سلسلہ کی تکمیل و تکمیل فرمائیں گے۔ کیونکہ تمام ولایتوں کی نسبت اس نسبت عالیہ سے نیچے ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ باقی سب ولایتوں کو مرتبہ نبوت کے کمالات سے بہت کم حصہ حاصل ہے اور یہ ولایت حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف منسوب ہونے کے باعث ان کمالات سے واقف حقدار کہتی ہے۔ جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا ہے

”نبی میں تفاوتِ راہ از کجاست بکجا“

ترجمہ: دو یکہ دونوں میں کس قدر ہے فرق۔

مکتوب ۲۵۱۔ جلد اول

نیز فرمایا فقیر کے نزدیک اس طریق میں ایک قدم لگانا دوسرے طریقوں میں سات قدم لگانے سے بہتر ہے۔ وہ راستہ جو تبعیت اور وراثت کے طور پر کمالات نبوت کی طرف کھولا جاتا ہے وہ اسی طریقہ عالیہ کے ساتھ مخصوص ہے دوسرے طریقوں کی انتہا صرف کمالات ولایت کی انتہا تک ہے۔ وہاں سے آگے کمالات نبوت کی طرف کوئی راستہ نہیں کھلا۔ یہی وجہ ہے کہ اس فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے کہ ان بزرگواروں کا طریق اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریق ہے جس طرح اصحاب کرامؓ وراثت کے طور پر کمالات نبوت سے نخطِ واقف حاصل کر لیتے ہیں۔ اس طریق کے منہی بھی تبعیت کے طور پر ان کمالات سے کامل حصہ پا لیتے ہیں۔ وہ مبتدی اور متوسط جنہوں نے اس طریق کو لازم

پکڑا ہے اور اس طریق کے منتہیوں کے ساتھ کامل محبت رکھتے ہیں وہ بھی امیدوار ہیں۔ **اَلْكَرْمُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ اَدْمٰی اِسی کے ساتھ ہے جس کی اس کو محبت ہے۔**

(مکتوب ۲۸۱ جلد اول)

نیز فرمایا۔ جان لے کہ جو کچھ طالب کینے ضروری ہے اور اس کے ساتھ مکلف ہے وہ اوامر کا بجالانا اور نواہی سے ہٹ جانا آیت کریمہ **مَا تَاٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَاْخُذُوْهُ وَمَا نَهَاْکُمْ عَنْهُ فَاَنْتَهُوْا** (جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے رک جانا) اس مطلب پر شاہد ہے اور جب طالب اخلاص سے مامور ہے۔ **اَللّٰہُ السَّیِّدُ الْخَالِصُ** (خبردار دین خالص اللہ کے لیے ہے) اور جو بغیر فنا کے حاصل نہیں ہوتا اور محبت ذاتیہ کے سوا متصور نہیں۔ اس لیے طریق صوفیہ کا سلوک بھی جس سے فنا اور محبت ذاتیہ حاصل ہوتی ہے ضروری ہے تاکہ اخلاص کی حقیقت ہاتھ آئے اور چونکہ صوفیہ کے طریقے کمال و تکمیل کے مرتبوں میں اصالت متفاوت ہیں۔ اس لیے طریق کا اختیار کرنا جس میں سنت نبویہ کی متابعت زیادہ لازم اور احکام شرعیہ کے بجالانے کے زیادہ موافق ہو۔ بہت ہی بہتر اور مناسب ہے اور وہ طریقہ متاسخ نقشبندیہ قدس سرہم کا طریق ہے کیونکہ ان بزرگواروں نے اس طریق میں سنت کو لازم پکڑا اور بدعت سے اجتناب فرمایا ہے جہاں تک ہو سکے رخصت پر عمل کرنا پسند نہیں کرتے اگرچہ بظاہر اس کا نفع باطن میں معلوم کریں اور عزیمت پر عمل کرنا نہیں چھوڑتے اگرچہ بظاہر اس

کو باطن میں مضر جانیں انہوں نے احوال و مواجید کو احکام شرعیہ کے تابع کیا ہے اور ذوق و معارف کو علوم دینیہ کے خادم بناتے ہیں۔ احکام شرعیہ کے قیمتی موتیوں کو بچوں کی طرح وجد و حال کے جزو و مویش کے بدلے ہاتھ سے نہیں دیتے اور صوفیہ کی بے فائدہ باتوں پر مغرور و مفتون نہیں ہوتے۔ نص کو چھوڑ کر نص کی خواہش نہیں کرتے اور فتوحاتِ مذنیہ کو چھوڑ کر فتوحاتِ مکیہ کی طرف التفات نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا حال دائمی اور ان کا وقت استمراری ہے۔

ماسوائے اللہ کے نقش ان کے باطن سے اس طرح محو ہو جاتے ہیں کہ اگر ماسوائے اللہ کے حاضر کرنے میں ہزار سال تک توقف کریں تو بھی متیسر نہ ہو۔ اور وہ تجلی ذاتی جو دوسروں کے لیے برقی کی طرح ہے ان بزرگوں کے لیے دائمی ہے اور وہ حضور جس کے پیچھے غیبت ہو ان عزیزوں کے نزدیک اعتبار سے ساقط ہے۔ رِحَالٌ لَا تُلْهِیْهُمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ (وہ ایسے بہادر ہیں کہ تجارت اور خرید و فروخت ان کو ذکر اللہ سے غافل نہیں کرتی) ان کے حال کا بیان ہے۔

اس کے علاوہ ان کا طریق سب طریقوں سے اقرب اور القبہ موصل ہے اور دوسروں کی نہایت ان کی بدلت میں درج ہے اور ان کی نسبت جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے تمام مشائخ کی نسبتوں سے بڑھ کر ہے لیکن ہر کسی کا فہم ان بزرگوں کے مذاق تک نہیں پہنچتا۔ بلکہ ممکن ہے کہ طریقہ علیہ کے کم ہمت لوگ بھی ان کے بعض کمالات سے انکار کریں۔

قاصر سے گر کند این طائفہ را طعن و قصور

حاشا لکے کہ برازم بزبان این گلہ را

توجہ بہ :- گر کوئی قاصر لگائے طعن ان کے حال پر

توبہ توبہ گر زبان پر لاؤں میں اس کا گلہ

شاعر عرب فرماتا ہے :-

أُولَئِكَ أَبَارِي فَجِئْنِي بِمِثْلِهِمْ

إِذَا جَبَعْتَنَّا يَا جَرِيدَ الْحَبَامَةِ

توجہ بہ :- ایسے ایسے باپ دادا ہیں ہمارے ایسے جریر

کہ بیان مجلس میں تو بھی باپ داداؤں کی صفت

حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ اس سلسلہ عالیہ کے مشائخ

قدس سرہ ہرزرق اور رقاص (قریب کرنے والے اور رقص کرنے والے) کے

ساتھ مناسبیت نہیں رکھتے ان کا کارخانہ بلند ہے

حیف باشد شرح او اندر جہاں

لیک گفتم وصف اوتارہ بر بند

تم صبر نہ نہیں سکتا بیاں اس کا عیاں

لیک کر دی وصف میں نے اس لیے

اگر ان بزرگواروں کے خصائص و کمالات میں دفتروں کے دفتر لکھے جائیں تو

دریائے بے نہایت کی طرح ہیں

دادیم تراز گنج مقصود نشان

ترجمہ: تجھے گنج مقصود بتلادیا ہے

مکتوب ۲۴۳ جلد اول

نیز فرمایا۔ اس طریقہ میں طالب کا سلوک شیخ مقتدار کی تقلید پر منحصر ہے اس کے تصرف کے بغیر کچھ کام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ابتداء میں نہایت کا درج ہونا اسی کی شریف توجہ کا اثر ہے اور بے چوٹی اور بیچکونی کا حاصل ہونا اسی کے کمال تصرف کا نتیجہ ہے۔ بخود ہی کی وہ کیفیت جس کے لیے انہوں نے مختص راستہ اختیار کیا ہے اس کا حاصل ہونا متبدی کے اختیار میں نہیں ہے اور وہ توجہ جو شش جہت سے معزا ہے اس کا وجود طالب کے حوصلہ سے

باہر ہے

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند

کہ برنداز رہ نہال بحر قافلہ را

ترجمہ: عجب ہی قافلہ سالار ہیں یہ نقشبندی

کہ سب جانتے ہیں پوشیدہ حرم تک قافلے کو

یہ بزرگوار جس طرح نسبت کے عطا کرنے پر کامل طاقت رکھتے ہیں اور

تھوڑے وقت میں طالب صادق کو حضور و آگاہی بخش دیتے ہیں اسی طرح

نسبت کے سلب کرنے میں بھی پوری طاقت رکھتے ہیں اور ایک ہی بے

التفاتی سے صاحب نسبت کو مفلس کر دیتے ہیں۔ ہاں سچ ہے جو دیتے ہیں

وہ بے بھی لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے غضب اور اولیائے کرام کے غضب

سے بچائے۔ آمین۔ (مکتوب ۲۲۱۔ جلد اول)

نیز فرمایا کہ اس طریق میں جذبہ سلوک پر مقدم ہے اور سیر کی ابتداء عالم امر سے ہے برخلاف اکثر دوسرے طریقوں کے کہ ان کی سیر کی ابتداء عالم خلق سے ہے اور اس طریق میں سلوک کی منزلیں جذبہ کے مراتب طے کرنے کے ضمن میں قطع ہو جاتی ہے اور عالم خلق کا سیر عالم امر کے سیر میں میسر ہو جاتا ہے پس اگر اس اعتبار سے کہیں کہ اس طریق میں ابتدا میں درج ہے تو گنجائش ہے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہے اور فرمایا۔ حق تعالیٰ سے میں نے الینا طریق طلب کیا ہے جو بے شک موصل ہے اور آپ کی یہ التجا قبول ہو گئی ہوئی ہے۔

(مکتوب ۲۲۱ جلد اول)

نیز فرمایا۔ جان من آگاہ ہو کہ تیری کیا بلکہ سب بنی آدم کی سعادت اور خلاصی اور نجات اپنے مولا کی یاد میں ہے۔ جہاں تک ہو سکے سب اوقات کو ذکر الہی میں بسر کرنا چاہیے اور ایک لمحہ بھی غفلت جائز نہ سمجھنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کا حمد اور اس کا احسان ہے کہ دوام ذکر حضرت خواجگان نقشبندیہ قدس سرہم کے طریق میں ابتداء ہی سے میسر ہو جاتا ہے اور ابتداء میں نہایت کے درج ہونے کے طریق پر حاصل ہو جاتا ہے پس طالب کو اس بلند طریقہ کا اختیار کرنا بہت ہی مناسب بلکہ واجب اور لازم ہے پس تجھے چاہیے کہ توجہ کے قبضہ کو سب طرف سے پھیر کر ہمہ تن اس طریقہ عالیہ کے بزرگواروں کی بلند بارگاہ کی طرف توجہ کرے اور ان کے باطن پاک سے دعا طلب کرے۔ ابتداء میں ذکر کہنے سے چارہ نہیں چاہیے کہ تو قلب غنوبری

کی طرف متوجہ ہووے کہ مضمغہ گوشت قلب حقیقی کے لیے حجرہ کی طرح ہے اور اسم مبارک اللہ کو اس قلب پر گزارے اور اس وقت قصد کسی عضو کو حرکت نہ دیوے۔ اور سمہ تن قلب کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے اور قوت متخیلہ میں قلب کی صورت کو جبکہ نہ دے اور اس کی طرف التفات نہ کرے کیونکہ مقصود قلب کی طرف توجہ کرنا ہے نہ کہ اس کی صورت کا تصور۔ اور لفظ مبارک اللہ کے معنی کو بے چوٹی اور بے چگونگی کے ساتھ ملاحظہ کرے اور کسی صفت کو اس کے ساتھ شامل نہ کرے اور حاضر و ناظر بھی ملحوظ نہ ہوتا کہ تو ذات تعالیٰ کی بلندی سے صفات کی پستی میں نہ آجائے اور وہاں سے کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرنے میں نہ پڑ جائے۔ اور بے چون کی گرفتاری سے چون کی شہود سے آرام نہ پکڑے کیونکہ جو کچھ چون کے آئینہ میں ظاہر ہو وہ بے چون نہیں ہے اور جو کثرت میں نمودار ہو وہ واحد حقیقی نہیں۔ بے چون کو دائرہ چون کے باہر ڈھونڈنا چاہیے۔ اور بسیط حقیقی کو کثرت کے احاطہ سے باہر تلاش کرنا چاہیے۔ اگر ذکر کہنے کے وقت پیر کی صورت بے تکلف ظاہر ہو تو اس کو قلب کی طرف لے جانا چاہیے اور قلب میں نگاہ رکھ کر ذکر کہنا چاہیے۔

(مکتوب ۱۹۰ جلد اول)

تصور شیخ کے معاملہ میں اکثر لوگ افراط و تفریط سے کام لیتے ہیں۔ واضح ہو کہ تکلف صورت کا تصور کسی صورت میں جائز نہیں ہے اور نہ اس سے کوئی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ ہاں البتہ تصور حقیقی جو محبت کے غلبہ اور رابطہ کے قوی ہونے کا نام ہے بہت مبارک ہے۔ مرید رشید مناسبت کی وجہ سے اس کو پہلے ہی

قدم پر پالتیا ہے اور اس سے سجدہ قائدے حاصل کرتا ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگرچہ محبت کے غلبہ کے باعث ہی تصور ہوتا ہم کسی صورت کا ہی تصور ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح نمازی شروع نماز کے وقت قبلہ کی طرف چہرہ کرتا ہے اور اس کے اینٹ پتھر اور طول و عرض کا تصور نہیں کرتا اسی طرح مرید توجہ الی اللہ کے وقت اپنے قلب باطن کو شیخ کامل کی روحانیت کی طرف مخاطب کرتا ہے جو کہ باطن کا قبلہ اور فیوض و انوار کا وسیلہ ہے۔

جس طرح نماز میں جہت کعبہ کی طرف متوجہ ہونا بلا تصورِ صوری کے ممکن ہے اسی طرح ذکر و مراقبہ کے وقت بلا تصورِ صورت شیخ کی طرف متوجہ ہونا عین ممکن ہے۔ ہاں البتہ اگر بلا تکلف کعبہ کی صورت نماز میں اور شیخ کی صورت ذکر و مراقبہ میں سامنے آجائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ بلکہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ اپنے مکتوبات کی جلد دوم میں فرماتے ہیں کہ اگر بلا تکلف شیخ کی صورت نماز میں بھی متصور ہو تو کوئی مضائقہ نہیں اور اس کی نفی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ شیخ انوار الہی کے حصول کا وسیلہ و مظہر ہے۔ حاصل کلام یہ کہ مرید بتکلف صورت کا تصور نہ کرے بلکہ محبت و تعظیم شیخ کو الیا غالب کرے کہ بدن اور روح (یا پھول اور خوشبو) کا حکم پیدا کرے یہاں تک کہ وہ غلبہ کے وقت اپنے آپ کو عین پیر جانے۔ حضرت خواجہ گان نقشبندیہ قدس سرہم کا طریق اندراج نہایت دربدایت پر مبنی ہے حضرت خواجہ نقشبندؒ نے فرمایا ہے کہ ہم نے انتہا کو ابتداء میں درج کر دیا ہے اور یہ بعینہ صحابہ کرامؓ کا طریق ہے کیونکہ یہ

بزرگوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی صحبت میں وہ کچھ حاصل کر لیتے تھے کہ امت کے اولیاء کو نہایت نہایت میں بھی اس کمال سے مقصود حصہ بمشکل حاصل ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل وحشی جو ابتدائے اسلام میں ایک ہی مرتبہ سید الاولین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے مشرف ہوا۔ اویس قرنیؓ سے جو خیر التابین میں افضل ہے۔ جو کچھ وحشیؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی ہی صحبت میں حاصل ہوا۔ اویس قرنیؓ کو وہ خصوصیت انتہا میں بھی میسر نہ ہوئی۔ اسی واسطے سب زمانوں سے بہتر زمانہ اصحابؓ کا ہے اور شجر کے لفظ نے دوسروں کو بھیچے ڈال دیا ہے اور درجے کے بعد کی طرف اشارہ کیا۔

ایک شخص نے عبداللہ بن مبارک قدس سرہ سے پوچھا کہ معاویہؓ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیزؓ؟ تو آپ نے جواب دیا کہ وہ غبار جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں معاویہؓ کے گھوڑے کے ناک میں داخل ہوا۔ وہ عمر بن عبدالعزیزؓ سے کئی درجے بہتر ہے۔

پس ناچار ان حضرات کا سلسلہ سلسلۃ الازہار ہے اور اس طریقہ عالیہ کی زیادتی دوسرے طریقوں پر ایسی ہے، جیسے زمانہ اصحابؓ کی زیادتی اوروں کے زمانہ پر جن لوگوں کو کمال فضل سے ابتدا ہی میں اس کے انجام و انتہا سے مشرف فرمائیں۔ ان کے سوا دوسروں کو ان کے کمالات کی حقیقت پر اطلاع پانا مشکل ہے۔ ان کی نہایت دوسروں کی نہایت سے بڑھ کر ہے۔ ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا کہ توجہ میری بہار کو کرے قیاس بتاں سے
 سنے کہ نکوست از بہارش پیداست ہوتا ہے سال ویسا جیسی بہار ہو
 ذَالِکَ فَحُصِّلَ اللّٰهُ یُؤْتِیْہِ مَنۢ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ
 الْعَظِیْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے۔ دیتا ہے اور
 اللہ بڑے فضل والا ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم فضلی ہیں۔
 (مکتوب ۶۶ - جلد اول)

امام الطریقۃ قطب الاقطاب حضرت خواجہ سید محمد بہاؤ الدین نقشبند بخاری قدس سرہ کی ذات ستودہ صفات سے تعارف

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری قدس سرہ کو ظاہری نسبت
حضرت خواجہ امیر کلال قدس سرہ سے ہے اور فی الحقیقت آپ حضرت خواجہ
عبد الخالق غجدوانی کے اویسی ہیں۔ ان کی روح پاک سے تربیت پائی آپ کی ولادت
باسعادت ماہ محرم ۷۷۰ھ میں ہوئی۔ بچپن ہی سے آثار ولایت ظاہر تھے حضرت
خواجہ محمد بابا سماسی نے آپ کی ولادت سے پہلے ہی آپ کی علوشان کی بشارت دی
تھی۔ اور جب قصر سندوان سے گزر رہا تھا فرمایا کرتے کہ قریب ہے کہ قصر سندوان قصر
عارفان ہو۔ اس جگہ سے ایک مرد خدا کی خوشبو آتی ہے۔ ایک مرتبہ اس جگہ آپ
پھر تشریف لائے تو فرمایا وہ مرد حق تولد ہو چکا ہے اس وقت خواجہ نقشبند کو
تولد ہوئے صرف تین روز ہوئے تھے۔ آپ کے جد امجد آپ کو حضرت بابا کے
پاس لے گئے تو حضرت بابا سماسی دیکھ کر فرمانے لگے یہ وہی مرد ہے جس کی خوشبو
مجھے آیا کرتی تھی۔ میں نے اس کو اپنی فرزندگی میں قبول کیا۔ اور فرمایا کہ یہ اُمت
کے لیے آسانی کرنے والا ہوگا۔ پھر حضرت خواجہ امیر کلالؒ کہ اکابر خلفاء سے
تھے فرمایا کہ اس کی تربیت تیری قسمت میں ہوگی اور اگر اس کی تربیت میں ذرہ بھی

کوتاہی ہوئی تو میں تجھے ہرگز معاف نہ کروں گا۔ حضرت امیر کلالؒ نے فرمایا اگر میں اس کی تربیت میں کوتاہی کروں تو میں مرد نہیں۔

حضرت خواجہ نعت شہدؒ نے فرمایا کہ مجھے ایک روز غیب سے ندا آئی کہ اے بہاؤ الدین کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تو سب کی طرف سے منہ موڑ کر ہماری طرف مخاطب ہو۔ یہ سن کر میری حالت متغیر ہو گئی اور جذب الہی نے غایت التفات فرمایا۔ اسی حالت میں ایک روز الہام ہوا کہ تو نے جو اس راستہ میں قدم رکھا ہے کس طرح رکھا ہے۔ میں نے کہا۔ جو میں چاہوں وہ ہو۔ خطاب آیا۔ نہیں جو ہم کہیں وہ کرنا چاہیے میں نے کہا۔ مجھے اس کی طاقت نہیں۔ ہاں جو کچھ میں چاہوں وہ ہو تو میں اس طرف قدم رکھتا ہوں ورنہ نہیں۔ دوسرے اسی طرح سوال و جواب ہوا بعد ازاں مجھ سے لاپرواہی کی۔ پندرہ روز تک میرا حال خراب رہا۔ میں محسوس ہو گیا۔ جب ناہیدی سہی ہو گئی تو میں نے خیال کیا کہ شاید دولت باطنی میری قسمت میں نہیں۔ کوئی دنیا کا کام کرنا چاہئے۔ کہ میں ایک مسجد کے دروازے کے سامنے سے گزرا اور اس پر اسی وقت غیب سے یہ شعر ظاہر ہوا۔

اے دوست بسا کہ ماترا سیم
بیگانہ مشوکہ استنا سیم

میں نے پھر عرض کی کہ جو میں چاہتا ہوں وہ ہوا آواز آئی وہی ہو گا جو تو چاہتا ہے چنانچہ میں مسجد میں داخل ہوا اور میرا وہی حال پھر عود کر آیا۔ اسی لیے آپ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ مامواد انیم مافضلیانیم
یعنی ہم مراد ہیں اور فضل واسے ہیں۔

جب آپ علم طریقت میں مرتبہ اجتہاد کو پہنچے اور زمانہ آپ کے ارشاد کا آیا اور حضرت امیر کلامؒ نے آپ کو اجازت طریقہ عنایت فرمائی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے روز ازل سے اُمت کے لیے آسانی کرنے والا پیدا فرمایا تھا۔ جب آپ نے طلبہ حق کو دیکھا اور سنا کہ طریق صوفیہ میں سخت ریاضات اور مجاہدات سے پریشان حال ہیں۔ کسی نے سالہا سال سے سونا ترک کر دیا کسی نے دن کو روزہ اور رات کو جاگنا شروع کر دیا۔ کسی نے تین چالیس سال تک آسمان کو می نہیں دیکھا۔ بعضوں نے چلوں اور گوشہ نشینیوں میں اپنے بدن کو خشک کر دیا۔ حتیٰ کہ مشاغل و اذکار طریقہ سے مجبور و معذور ہو گئے۔ حالانکہ ارشاد باری تو یہ ہے۔ **فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ تُوَافِقُكُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْ رَبِّكُمْ**۔ آپ کو بڑا رحم آیا۔ **كُلُّ أَمْرٍ مِّنْهُنَّ بِأَوْقَاتِهَا**۔ نوشتہ روز ازل نے سینہ مبارک میں جو شش پیدا کیا۔ اور پندرہ روز تک سربسجود رہے۔ نماز اور حجاج ضروریہ کے لیے حجرہ سے باہر تشریف لاتے۔ ایک روایت کے مطابق آپ مدینہ منورہ سیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار مقدس پر سربسجود رہے اور التجا کی۔ "الہی اُمت کے قویٰ ضعیف ہو گئے ہیں۔ اب ان میں قوت و ہمت سختی کھینچنے کی نہیں رہی۔ خیر و برکت کا زمانہ نبوت ان سے دور ہوتا جاتا ہے۔ اپنے فضل و کرم سے مجھ کو ایسا طریق عنایت فرما جو کہ آسان ہو اور تجھ تک جلد پہنچے والا ہو۔" دریائے رحمت الہی موجزن ہوا اور الہام ہوا۔

"اے محمد بن عبد اللہ! ہم تجھ کو وہ طریق عنایت فرماتے ہیں کہ جو ہمارے

حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہؓ میں تھا۔ یعنی وقوف قلبی اور اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آپ نے اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا اور سرسجدہ سے اٹھایا۔ اور اس طریق جدید کو رواج دیا۔ بفضلہ تعالیٰ اس طریق نے اپنی آسانی کی وجہ سے اتنی ترقی کی کہ اب کروڑوں آدمی اس سلسلہ مبارکہ میں اور بوجہ قبولیت مثل آفتاب کی روشنی کے تمام روئے زمین پر پھیل گیا۔ آپ سے لوگ دریافت کرتے کہ آپ کے اس طریق میں کیا فائدہ ہے؟ تو فرمایا کرتے کہ طریق سب مبارک اور نور علی نور ہیں سب خدا تک پہنچتے ہیں لیکن جو طریق اللہ نے مجھے عنایت فرمایا ہے اس میں سب سے بڑی ریاضت اتباع سنت ہے اور ذکر قلبی ہے جس میں جذب ربانی ہے جس سے بحمد اللہ بہت جلد حضور و آگاہی اور خلوت در انجمن حاصل ہو جاتی ہے۔ جو دوسرے سلاسل میں منتہیوں کو نصیب ہوتی ہے اور جذبہ کو مقدم رکھنے کی وجہ سے منازل سلوک اسی کی ضمن میں قطع ہو جاتی ہیں اور اسمائے صفاتی کی بجائے ذکر اسم ذات کو ابتدا میں ہی تلغین فرماتے ہیں۔ جس سے طالب جذب ربانی کی کشش سے صفات کے پردوں سے گزر کر تجلیات ذاتیہ سے سرفراز ہو جاتا ہے۔ اسی لیے آپ فرمایا کرتے تھے

اول ما آخر ہر منتہی

آخر ما حبیب تمت انتہی !

ترجمہ۔ میری اول ہر منتہی کی آخر ہے اور میری آخر تمتا کی حبیب خالی ہوتا ہے

حضرت مولانا جامیؒ فرماتے ہیں

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار آئند
 کہ برنڈاز رہ نہ سال بحرم قافلہ را
 ترجیحہ - عجب ہی قافلہ سالار میں یہ نقشبندی
 کہ بے جاتے ہیں پوشیدہ حرم تک قافلہ کو
 انڈل سالک رہ جاؤ بہ صحبت سال
 می برو و سوسے خلوت و فکر حیلہ را
 ترجیحہ - سالک کے دل سے انکی محبت کی کشش
 خلوت کے خیال اور چلہ کی فکر ٹھادی ہے

آپ اکثر فرمایا کرتے کہ ہمارا طریقہ طریقہ مصطفوی اور متابعت سنت
 ہے۔ یہی وجہ ہے کہ طریقہ نقشبندیہ کو طریقہ رسولیہ صدیقیہ بھی کہتے ہیں۔
 آپ اکثر فرمایا کرتے تھے جو ہمارے طریقہ نقشبندیہ میں داخل ہو گا۔
 جب تک ولی مطلب نہ پائے دنیا سے نہ جائے گا اور جو شخص طریقہ
 نقشبندیہ سے نفرت کر کے روگردانی کرے گا۔ دنیا سے بے مراد جائے گا۔
 اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ محبوبیت اور معشوقیت کے بلند مرتبہ و مقام
 پر فائز ہیں۔ نیز آپ کا ارشاد ہے۔ "در طریقہ ما محرومی نیست ہر کہ از طریقہ
 ما روگرداند خطرہ دین دارد چرا کہ ایں طریقہ بعینہ صحابہ کبار است۔
 (ترجمہ) ہمارے طریقہ میں کسی کو محرومی نہیں ہے جو کوئی ہمارے طریقہ سے منہ
 پھیرے اس کے دین میں خطرہ ہے کیونکہ یہ طریقہ بعینہ صحابہ کرام کا ہے۔
 آپ نے فرمایا ہے کہ میں نے حضرت بایزید بسطامیؒ حضرت جنید بغدادیؒ

اور منصور علاج کے مقامات کی سیر کی۔ ان سے گزر کر انبیاء کے مقامات کی بھی سیر کی۔ یہاں تک کہ ایسے مقام پر پہنچا کہ جس سے بالا و بلند تر اور کوئی مقام نہ تھا مجھے بتایا گیا کہ یہ مقام حقیقت محمدی کا ہے میں نے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔

آپ سے کسی مرید نے پوچھا کہ بعض اولیاء اللہ نے فرمایا ہے کہ ولایت ہم پر ختم ہے اس کا کیا مطلب ہے تو آپ نے فرمایا ”ایشان ختم ولایت زمان خود بودہ اند۔“

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں اگر کسی کو ہمارے ہاں سے علم باطن سے حصہ نہ بھی ملے تو وہ بدول نہ ہو۔ کیونکہ مقصد بخشش ہے اور بخشش کا انحصار اتباع سنت پر ہے اور اتباع سنت ہمارے ہاں لازمی ہے اور آپ جگہ جگہ اپنے خلفاء کو تحریر فرماتے ہیں کہ طالب اگر کسی بھی سلسلہ میں بیعت ہونا چاہے تو بیعت اسی سلسلہ میں کر لو کہ ذکر طریقہ نقشبندیہ تعلیم کرو۔ کیونکہ یہ آسان ہے اور اس سے طالب خداوند تعالیٰ تک جلد پہنچ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم مساکین کی طرف سے ان کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائے آپ کی کرامات حد بیان سے باہر ہیں۔ آپ اکثر فرمایا کرتے کہ جب میرا وقت آخر آئے گا تو سب کو مرنا سکھاؤں گا۔ چنانچہ جب آپ کا وقت آخر آیا۔ نفس آخر میں دونوں ہاتھ دعا کے واسطے اٹھائے اور مدت تک دعا مانگتے رہے۔ جب بعد دعا دونوں ہاتھ چہرہ اقدس پر پھرے جان

بجائیں تسلیم کی۔ آپ نے بصر ۳۷ سال ۳ ربیع الاول بروز دوشنبہ ۱۲۹۱ھ
وصال فرمایا۔ مزار پر انوار بمقام قصر عارفان نزو بجایا ہے۔



نختم خواجگان نقشبندیہ علیہم الرحمۃ

جو قبلہ عالم کا قبل از نماز فجر معمول ہے اور یہ نختم شریف خواجہ خواجگان
حضرت حافظ عبدالکریم صاحب قدس سرہ کو جبکہ آپ بارادہ حج مدینہ منورہ تشریف
لے گئے تھے تو حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو عنایت فرمایا تھا اور
بحمد اللہ یہ نختم شریف اکابر نقشبندیہ علیہم الرحمۃ کے اوراد کا مجموعہ ہے۔

ہر دو نختم خواجگان قرب الہی۔ اطمینان قلبی اور حل مشکلات کے یہ اکیس و مجرب ہیں

ختم خواجگان قبل از نماز فجر

سورۃ فاتحہ سات بار

صَلِّ اللّٰهُ عَلٰی حَبِيبِهِ مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَاَصْحَابِهِ وَسَلِّمْ ۱۰۰ بار

درود سلام بھیجے اللہ تعالیٰ اوپر اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور انکی آل و اصحاب پر بھی۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ اسْتَغْفِرُ اللّٰهَ

پاک ہے اللہ اپنی ذات سے اور اپنی صفات سے۔ پاک ہے اللہ جو بہت بڑا ہے میں اللہ سے

سُأَلْتُ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ فَاعْفُرْ لِي ۱۰۰ بار

جو میرا رب ہے معافی مانگتا ہوں ہر ایک گناہ سے پس اے اللہ مجھے بخش دے۔

حَسْبُنَا اللّٰهُ نِعْمَ الْوَكِيلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِيْبُ ۱۰۰ بار

کافی ہے ہمکو اللہ کیا ہی خوب کار ساز ہے کیا ہی خوب آقا ہے اور کیا ہی خوب مددگار ہے

يَا خَفِيَ اللّٰطِفِ اَدْرِ كُنِّيْ يُلْطِفُكَ الْخَفِي ۱۰۰ بار

اے مخفی طور پر عنایتیں کرتے رہنے والے اپنی مخفی عنایتوں سے میری دستگیری فرما

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۱۰۰ بار

نہیں ہے کوئی طاقت اور نہ کوئی قوت مگر اللہ کی جو بلند اور عظمت والا ہے

يَا اللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ يَا رَحِيْمُ يَا اَرْحَمَ الرَّحِيْمِيْنَ ۵۰ بار

اے اللہ اے مہربان۔ اے شفقت فرمائیوں والے اور اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان۔ ہم پر مہربانی فرما۔

ختم خواجگان بعد از نماز مغرب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سات بار

سورۃ فاتحہ

تو بار

درود شریف

الْمُتَشَرِّحُ لَكَ صَدْرُكَ ۖ وَوَضَعْنَا عَنكَ وَدْرَكَ ۖ

کیا نہ کھولا ہم نے واسطے تیرے سینہ تیرا اور آمارا ہم نے تجھ سے بوجھ تیرا جس

الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۖ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۖ فَإِنَّ مَعَ

جس نے توڑی تھی پیٹھ تیری اور بلند کیا ہم نے واسطے تیرے ذکر تیرا پس تحقیق

الْعُسْرُ يُبْرَأُ ۖ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۖ فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ۖ

تنگی کے ساتھ آسانی ہے یقیناً تنگی کے ساتھ آسانی ہے پس جب فارغ ہو کر تو پس گرہ

وَالِإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ۖ سورۃ الشرح اناشی بار

(عبادت میں) اور طرف رب اپنے کے توجہ کر

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۖ اللَّهُ الصَّمَدُ ۖ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ

فرمادیجئے وہ اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے نہ اس نے کسی کو جنما ہے اور نہ

يُولَدَ ۖ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۖ ایک ہزار بار

اس کو کسی نے جنما ہے اور کوئی بھی نہیں ہے اس کی برابری کرنے والا

سات بار

سورة فاتحہ

ستو بار

درود شریف

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ۝

اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بیشک میں ہی گنہگاروں سے ہوں ۵۰۰ بار

ستو بار

درود شریف

اس کے بعد یہ تمام اسماء ستو ستو بار پڑھیں

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَا اللَّهُ يَا غَنِيُّ يَا وَدُودُ

نہیں کوئی معبود سوا اللہ کے اے اللہ اے غائب اے دوستی کرنے والے

يَا كَرِيمُ يَا وَهَّابُ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ

اے کرم کرنے والے اے بخشش کرنے والے اے ہمیشہ زندہ رہنے والے ہمیشہ قائم رہنے والے

حَسْبُنَا اللَّهُ نِعْمَ الْوَكِيلُ نِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ

کافی ہے ہم کو اللہ کیا ہی خوب کارساز ہے کیا ہی خوب آقا ہے اور کیا ہی

النَّصِيرُ

خوب مددگار ہے

يَا قَاضِيَ الْحَاجَاتِ

اے حاجتوں کو پورا کرنے والے

يَا حَلَّ الْمُشْكَلَاتِ

اے مشکلیں آسان کرنے والے

يَا دَافِعَ الْبَلِيَّاتِ

اے بلاؤں کو دور کرنے والے

يَا كَافِيَ الْمُهْمَّاتِ

اے مہمات میں کفایت فرمانے والے

| | |
|---|--|
| يَا شَافِيَ الْأَمْرَاضِ | يَا مَنْزِلَ الْبَرَكَاتِ |
| اے بیمار ہیں ہے صحت دینے والے | اے برکتیں نازل فرمانے والے |
| يَا مُسَبِّبَ الْأَسْبَابِ | يَا رَافِعَ الدَّرَجَاتِ |
| اے اسباب کو تیار کرنے والے | اے درجات کو بلند کرنے والے |
| يَا مُجِيبَ الدَّعَوَاتِ | يَا أَمَانَ الْخَائِفِينَ |
| اے قبول کرنے والے | اے خوف زدوں کو پناہ دینے والے |
| يَا خَيْرَ النَّاصِرِينَ | يَا دَلِيلَ الْمُتَحَيْرِينَ |
| اے بہترین مددگار | اے حیرانوں کے رہنما |
| يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيثِينَ اغْنِنَا | |
| اے فریادوں کی فریاد سننے والے ہماری فریادیں لے۔ | |
| يَا مُفْرِحَ الْمُحْزُونِينَ | يَا رَبِّ إِنِّي مَغْلُوبٌ فَأَنْتَ خَيْرُ |
| اے غمزدوں کو خوش کرنے والے | اے اللہ میں ہار گیا ہوں میرا بدلہ لے |
| يَا اللَّهُ يَا رَحْمَنُ يَا رَحِيمُ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ | |
| اے اللہ اے مہربانی فرمانیو اے رحم فرمانیو اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربانی فرمانیو | |
| سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ | |
| پاک ہے اللہ اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں اور ہمیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا | |
| أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ | |
| اور اللہ بہت بڑا ہے اور نہیں ہے کوئی طاقت اور کوئی قوت مگر اللہ کی جو بلند اور عظمت والا ہے | |
| اللَّهُمَّ اسْتُرْنِي بِسِتْرِكَ الْجَمِيلِ وَرَوْضَتِ الْإِيمَانِ | |
| اے اللہ مجھے اپنے خوبصورت پردے سے ڈھانپ دے | |

شجرہ شریف

اَلَا اِنَّ اَوْلٰى اَیَّ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ
یَحْزَنُوْنَ ؕ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ؕ

فضل کریا رب میرے حالِ زبوں پر رحم کر
ڈال مجھ آلودہ عیال پر رحمت کی نظر
تجھ کو اپنی کبیرائی کی قسم ہے بے نیاز
مجھ سرِ ایا معصیت پر کردِ افضال باز
تجھ کو دیتا ہوں تیرے جود و سخا کا واسطہ
فضل کا رحمت کا بخشش کا عطا کا واسطہ
تیری رحمت کے خزانے میں کمی کوئی نہیں
اور تیرے جود و کرم کی انتہا کوئی نہیں
میں کہوں بے واسطہ کس منہ سے بخشش کیلئے
کچھ وسیلے پیش کرتا ہوں سفارش کیلئے

کر کرم ہم پر محمد مصطفیٰ کے واسطے
 فخر موجودات شاہِ دوسرا کے واسطے
 اُس رسولِ بے نظیر و بے بدل کا واسطے
 راز دارِ خلوتِ بزمِ ازل کا واسطے
 رحم فرما حضرت صدیقِ اکبر کیلئے
 عاشق و دلدادہ حُسنِ پیمبر کے لیے
 حضرت سلمانِ فارس بے ریا کیلئے
 حضرت قاسمِ امامِ اولیاء کے واسطے
 کرامِ جعفرِ صادق کے صدقے میں عطا
 تو نجاتِ دائمی کا مجھ کو درجے بے بہا
 بایزید و ابو الحسن اور ربوعلی فارمیدی
 یا الہی لاج رکھ لے ان کے صدقے میں میری
 حشر کے دن کیوسفِ مہرِ انوی کا ساتھ ہو
 اُن کے دامانِ مقدس اور میرا ہاتھ ہو
 شاہِ عبدالمخالق و شاہِ عارفِ زیواری
 خواجہ محمود و عزیزانِ صاحبِ خلقِ نبی
 محترم بابا سماسی حضرتِ مہیرِ کلال
 مرشدانِ با صفا روشن ضمیر و پاکمال

صدرِ بزمِ نقشبندی عارفِ اسرارِ صوفی
محسنِ ملت شہنشاہِ مظہرِ انوارِ صوفی

جن کا ہے پہلا قدم ہر منہی کا آخرین
شاہِ بہاؤ الدین ^{رحمۃ اللہ علیہ} مخی برہمت اواخرین

یا الہی واسطے خواجہ علاؤ الدین کے
دینِ احمد پر میں ثابت قدم مسکین کے
حضرت یعقوب چرخ اور عبید اللہ شاہ
حضرت خواجہ محمد زاہد اپنے دیں پناہ
ان نفوسِ پاک کے صدقے میں اے رب الہ
دہو جہنمِ معصیت آلود سے داغِ گناہ
بخندے صدقے میں یاربِ خواجہ ودویش کے
خواجہ امکانگی و خواجہ باقی باللہ کے لیے

قُطِبَ حَقُّ قِیَوْمِ مِلَّتِ شَیْخِ اَحْمَدِ کِیْلے
بِخندے یاربِ مجددِ الف ثانی کِیْلے

عفو فرما سب خطائیں از نئے قیوم دین
عروۃ الوثقیٰ مرہ سرمد شمس العارفین
نقشبند ثانی حضرت حجۃ اللہ اور ذبیحہ
خواجہ اشرف جمال اللہ مرد اہل خیر
حضرت عیسیٰ محمد اور فیض اللہ شاہ
حضرت نور محمد اور فقیر بادشاہ

قبلہ عالم جناب حافظ عبد الکریم
حامل حکم شریعت صاحب خلق عظیم
رحم فرما از طفیل ہادی دین مسبین
صاحب نور بصیرت خواجہ نواب الدین

ان کے صدقے میں ہو عاجز دو جہاں میں سرخرو
برقرار انکی ہے دنیا و دیں میں آبرو !

یا الہی سب دعائیں لطف سے مقبول ہوں
جب چلیں دنیا سے تیری یاد میں مشغول ہوں



شجرہ شریف دیگر

اے خدا کر رحم اپنی کبریائی کے لیے
 اور رسول پاک کی خیر الوری کیلئے
 بخشے سب کی خطائیں انبیاء کی واسطے
 خواجگانِ نقشبندال با خدا کے واسطے
 گو نہیں ہم لاکھ دربار اے رب غفور
 ان بزرگوں کا وسیلہ لائے ہیں تیر حضور
 حضرت صدیق اکبرؓ یارِ غار مصطفیٰؐ
 حضرت سلمانؓ فارس عاشقِ شاہِ ہدا
 حضرت قاسمؓ حضرت جعفر صادقؓ امام
 بایزیدؓ برگزیدہ ابو الحسنؓ شاہِ انام
 ابو علیؓ فارمیدی اور یوسفؓ ہمدانی
 عبد خالقؓ عجدانی عارفِ ربو اگری
 خواجہ محمودؓ نغناں شاہِ عزتِ ابا کمال
 حضرت بابا سماسیؓ حضرت میر کلال
 آفتابؓ نقشبندال شاہِ بہاؤ الدینؓ سخا
 حضرت خواجہ علاؤ الدینؓ عطیہ ر ولی

شاہ یعقوب و عبد اللہ احرار زمان

شاہ زائد اور درویش محمد والستان

خواجہ الکنی حضرت باقی باللہ باخبر

قطب سرہندی مجدد الف ثانی نامور

خواجہ معصوم حضرت حجۃ اللہ باصف

شاہ زبیر خواجہ اشرف محمد پارسا

شاہ جمال اللہ اور علی محمد اولیاء

خواجہ فیض اللہ اور نور محمد باون

حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب جنت نشان

نور جن کا میرے مرشد کی جہیں میں عیاں

وہ سخی ابن سخی وہ صاحب لطف عظیم

ہادی وارین حضرت حافظ عبد الکریم

رحم فرما از طفیل ہادی دین حسین

صاحب نور بصیرت خواجہ غلام الدین

ان کے صدقے میں ہو عاجز و جہاں میں سرخرو

برقرار انکی رہے دنیا و دین میں آبرو

دور ہم سب سے خداوند خیال غیر ہو

تیری الفت اور رضا پر خاتمہ بالخیر ہو

آمین

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۱۔ سرور کائنات فخر موجودات شفیع المذنبین

رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عمر مبارک ۶۳ سال

۲۔ افضل البشر بعد الانبیاء حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عمر مبارک ۶۳ سال

۳۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عمر مبارک ۲۵۰ سال

۴۔ حضرت امام قاسم بن محمد بن ابوبکر

عمر مبارک زائد از یک صد سال

۵۔ حضرت امام جعفر الصادق رضی

عمر مبارک ۶۸ سال

۶۔ سلطان العارفين حضرت بایزید بسطامی

عمر مبارک ۱۵۵ سال

۷۔ سلطان المشائخ حضرت

ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

عمر مبارک ۳۷ سال

آرامگاہ گنبد خضرا المدینۃ المنورہ

وصال مبارک ۱۲ ربیع الاول ۱۳۰۰ھ

آغوش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینۃ المنورہ

وصال مبارک ۲۳ جمادی الثانی ۱۳۰۰ھ

مزار مبارک مدائن شریف

وصال مبارک ۱۰ رجب ۱۳۰۳ھ

مزار مبارک در میان مدینۃ المنورہ و مکہ مکرمہ

وصال مبارک ۲۲ جمادی الاول ۱۳۰۶ھ

مزار مبارک جنت البقیع مدینۃ المنورہ

وصال مبارک ۱۵ رجب ۱۳۰۸ھ

مزار مبارک شہر بسطام (ایران)

وصال مبارک ۱۵ شعبان ۱۳۰۹ھ

مزار مبارک خرقان (ایران)

وصال مبارک ۱۰ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

۸۔ حضرت شیخ ابو علی فاریدی رحمۃ اللہ علیہ
عمر مبارک

مزار مبارک طوس عرف مشہد

وصالے مبارک ۴ ربیع الاول ۵۴۴ھ

مزار مبارک مرو

وصالے مبارک ۲۷ رجب ۵۲۵ھ

مزار مبارک عجدوان نزد بخارا

وصالے مبارک ۱۲ ربیع الاول ۵۴۵ھ

مزار مبارک دیوگر مضافات بخارا

وصالے مبارک یکم شوال ۵۱۶ھ

مزار مبارک موضع انجیر فغنہ نزد بخارا

وصالے مبارک ۷ ربیع الاول ۵۱۵ھ

مزار مبارک خوارزم (ایران)

وصالے مبارک ۲۸ ذیقعد ۵۲۱ھ

مزار مبارک سماس نزد بخارا

وصالے مبارک اجاوی الثانی ۵۵۵ھ

مزار مبارک سوخار مضافات بخارا

وصالے مبارک ۸ جمادی الاول ۵۴۲ھ

مزار مبارک قصر عارفان نزد بخارا

وصالے مبارک

۳ ربیع الاول ۵۹۱ھ

۹۔ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ
عمر مبارک

۱۰۔ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ
عمر مبارک

۱۱۔ حضرت خواجہ محمد عارف دیوگری
عمر مبارک

۱۲۔ حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ
عمر مبارک

۱۳۔ حضرت خواجہ علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ
عمر مبارک

۱۴۔ حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ
عمر مبارک

۱۵۔ حضرت خواجہ بیدامیر کلال رحمۃ اللہ علیہ
عمر مبارک

۱۶۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند
بخاری رحمۃ اللہ علیہ

عمر مبارک ۳۷ سال

۱۶۔ حضرت خواجہ علاؤ الدین عطارؒ

عمر مبارک

۱۸۔ حضرت خواجہ محمد یعقوب چرخؒ

عمر مبارک

۱۹۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ

عمر مبارک ۸۹ سال

۲۰۔ حضرت خواجہ محمد زاید خبثیؒ

عمر مبارک

۲۱۔ حضرت خواجہ درویش محمدؒ

عمر مبارک

۲۲۔ حضرت خواجہ الکنگيؒ

عمر مبارک ۹۰ سال

۲۳۔ حضرت خواجہ محمد باقی بالشرؒ

عمر مبارک ۴۰ سال

۲۴۔ حضرت امام ربانی قیوم زمانہ خزنہ

الرحمۃ مجدد الف ثانی قدس سرہ

عمر مبارک ۶۳ سال

۲۵۔ قیوم ثانی عروۃ الوثقی حضرت خواجہ

محمد معصوم قدس سرہ عمر مبارک ۲۷ سال

مزار مبارک موضع چغانیاں ملک ماوراء النہر

وصال مبارک ۲۰ رجب ۸۰۲ھ

مزار مبارک موضع بلخوڑ ملک ماوراء النہر

وصال مبارک ۵ صفر المظفر ۸۵۱ھ

مزار مبارک سمرقند

وصال مبارک ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ

مزار مبارک بخش ملک حصار

وصال مبارک یکم ربیع الاول ۹۲۶ھ

مزار مبارک اسفرار ملک ماوراء النہر

وصال مبارک ۱۹ محرم الحرام ۹۴۰ھ

مزار مبارک قصبہ الکنگ نزد بخارا

وصال مبارک ۲۲ شعبان ۱۰۰۸ھ

مزار مبارک دہلی (ہند)

وصال مبارک ۲۵ جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ

مزار مبارک سرسند شریف

وصال مبارک ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ

مزار مبارک سرسند شریف

وصال مبارک ۹ ربیع الاول ۱۰۴۵ھ

۲۶ - حضرت قیوم ثالث نقشبند ثانی

خواجہ حجۃ اللہ قدس سرہ

عمر مبارک ۸۰ سال

۲۷ - سلطان الادب قیوم چہارم حضرت

خواجہ محمد زبیر قدس سرہ

عمر مبارک

۲۸ - حضرت خواجہ محمد اشرف یار صادق

عمر مبارک

۲۹ - حضرت خواجہ حافظ سید جمال اللہ

عمر مبارک

۳۰ - حضرت خواجہ محمد علی

عمر مبارک

۳۱ - حضرت خواجہ فیض اللہ تیراہی

عمر مبارک

۳۲ - حضرت خواجہ نور محمد صاحب

عمر مبارک

۳۳ - حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب

عمر مبارک

۳۴ - حضرت الحاج خواجہ حافظ عبد الکریم

قدس سرہ عمر مبارک ۹۱ سال

مزار مبارک سرسند شریف

وصال مبارک ۹ محرم الحرام ۱۱۱۵ھ

مزار مبارک سرسند شریف

وصال مبارک ۴ ذیقعد ۱۱۵۲ھ

مزار مبارک حنبت البقیع مدینہ المنورہ

وصال مبارک ۱۰ رجب ۱۲۰۰ھ

مزار مبارک شہر رامپور (ہندوستان)

وصال مبارک ماہ صفر ۱۲۰۰ھ

مزار مبارک گونڈاپور علاقہ بنوں

وصال مبارک ماہ ذی الحج ۱۲۲۰ھ

مزار مبارک ملک تیراہ شریف

وصال مبارک ۲۰ ربیع الاول ۱۲۴۵ھ

مزار مبارک چورا شریف

وصال مبارک ۱۲ شعبان ۱۲۸۶ھ

مزار مبارک چورا شریف

وصال مبارک ۲۹ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ

مزار مبارک راولپنڈی شریف

وصال مبارک ۲۸ صفر المنظر ۱۳۵۵ھ

۳۵۔ حضرت خواجہ صوفی نواب الدین صاحب مزار مبارک موسیٰ شریف تحصیل کھارپا

قدس سرہ

ضلع گجرات۔ ریجنل پاکستان

عمر مبارک ۶۵ سال

وفات مبارک ۱۲ ربیع الاول ہجری ۱۳۸۰

فضیلتِ ذکر

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فَادْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ ثُمَّ مَجِيءٌ بِكُمْ يَوْمَ تَمُوتُ
یا کرونگا۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا
اے ایمان والو! اللہ کو بہت زیادہ یاد کیا کرو۔ فَإِذَا أَقَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ
فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ فَيَسَّيْرُ لَكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ
پوری کر چکے تو اللہ کا ذکر کرو کھڑے بیٹھے اور کروٹوں پر۔

فَإِذَا أَقَضَيْتَ الصَّلَاةَ فَانْتَشِرْ فِي الْأَمْهَالِ وَابْتَغُوا مِنْ
فَضْلِ اللَّهِ وَادْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ پس
جب نماز پوری ہو چکے تو زمین میں چلو پھرو اور خدا سے روزی تلاش کرو اور
اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہا کرو

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری کو وصیت فرمائی
تھی۔ عَلَيْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَإِنَّهُ
ذِكْرٌ لَكَ فِي السَّمَاءِ وَتِلَاوَتُكَ فِي الْأَرْضِ تِلَاوَتُ قُرْآنٍ كَوَلَامٍ
پکڑ اور ذکر اللہ عزوجل کو لازم پکڑ۔ کیونکہ اس سے آسمان میں تیرا ذکر ہوگا اور
زمین میں تیرے لیے نور ہوگا۔

مسلم شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت
ہے۔ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ يَذْكُرُ اللَّهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ
فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت ہر حال میں اللہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے

لہذا ہر حال میں ذکرِ لسانی نہیں بلکہ قلبی ذکر مراد ہے۔

آیات و احادیث بالا سے یہ ثابت ہوا کہ اگرچہ نماز و قرآن بھی ذکر ہے لیکن ایک ایسا بھی ذکر ہے جو ان کے علاوہ ہے اور جو ہر وقت ہو سکتا ہے مشکوٰۃ شریف میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جنت کے متعلق فرمایا کہ ان پر تسبیح و تہلیل انعام کی جائے گی جیسے سانس لینا تمہاری فطرت میں رکھ دیا گیا ہے۔ صوفیہ کے ذکرِ پاسبانِ نفاس میں یہی حالت ہے جو اہل جنت کی بیان ہوئی ہے۔ یہی حدیث سانس کے ساتھ ذکر کرنے کی اصل اور اسکا ثبوت ہے۔

نصوصِ قرآنی سے ذکر اللہ کا حکم ہے اور کثرت سے ذکر کرنے کا حکم ہے۔ اس کے متعلق نہ کوئی حد ہے۔ نہ کوئی وقت مخصوص ہے نہ کسی حالت کی قید ہے۔ لہذا جس نوعیت کا ہو اور جس کیفیت سے ہو سب عمومِ نص میں داخل ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سی عبادت اللہ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے افضل ہوگی؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والوں کا درجہ سب سے بلند ہوگا۔ میں نے عرض کی کہ کیا مجاہد فی سبیل اللہ سے بھی؟ فرمایا اگر مجاہد فی سبیل اللہ کفار اور مشرکین پر تلوار چلائے حتیٰ کہ تلوار ٹوٹ جائے اور وہ خون میں لتھڑ جائے تب بھی اللہ کا ذکر کرنے والے افضل ہیں۔ (ترمذی)

نیز حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتا دوں جو سب سے افضل ہو۔ جس کا ثواب اللہ کے مال سب سے زیادہ ہو۔ جو تمہارا درجہ سب سے بلند کر دے اور وہ عمل سونا چاندی خرچ کرنے سے بھی زیادہ پسند ہو اور جو دشمنوں کے خلاف جنگ کرنے اور انہیں قتل کرنے سے بھی افضل ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا حضور! ضرور فرمائیے۔ فرمایا اللہ کا ذکر سب سے افضل ہے۔

فضیلت حلقہ ذکر

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو زینؓ سے فرمایا کہ کیا میں ایسے بہترین عمل کی خبر نہ دوں جس سے تم دنیا و آخرت کی بھلائی سمیٹ لو فرمایا اہل ذکر کی مجالس کو لازم پکڑو۔
نیز مشکوٰۃ شریف میں ہی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم جنت کے باغیچوں کے پاس سے گزرو تو اس میں سے کچھ کھایا پیا کرو۔ عرض کی گئی وہ جنت کے باغیچوں سے کیا مراد ہے فرمایا ذکر اللہ کے حلقے (اللہ کی یاد کی مجلسیں)

نیز حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے جب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ملائکہ اہل ذکر کی تلاش کرتے پھرتے ہیں جہاں کہیں ان کو ذاکرین کی کوئی جماعت مل جاتی ہے اپنے ساتھیوں کو بلاتے ہیں کہ یہ ہے وہ چیز جسکی تمہیں تلاش ہے چنانچہ وہ

ملائکہ ذاکرین کو آسمانِ دنیا تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں جب وہ ذکرا میں ذکر سے فارغ ہوتے ہیں تو وہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم نے میرے بندوں کو کس حال میں پایا وہ عرض کرتے ہیں کہ وہ تیری تسبیح تکبیر و تہلیل کرتے تھے (یعنی تیرا ذکر کرتے تھے) حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ کیا مانگتے تھے فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ جنت کا سوال کرتے تھے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے جنت دیکھی ہے وہ عرض کرتے ہیں نہیں اگر وہ دیکھ لیتے تو دنیا کے سب کام چھوڑ کر اسی کی طلب میں لگے رہتے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے اور کیا مانگتے تھے وہ عرض کرتے ہیں کہ دوزخ سے بچنے کیلئے تیری پناہ مانگتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے دوزخ دیکھی ہے وہ عرض کرتے ہیں کہ دوزخ انہوں نے نہیں دیکھی اگر دیکھ لیتے تو ایسے روتے کہ رو کر ان کے رخسار گل جلاتے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان لوگوں کو بخش دیا۔ پھر ان میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے کہ فلاں آدمی تو اہل ذکر سے نہیں وہ تو اپنے کام کیلئے آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ هُمْ اَجْتَسَاءُوا لَا يَشْقٰوْنَ جَلِيْسُهُمْ کہ وہ ایسے بیٹھنے والے ہیں کہ ان میں بیٹھنے والا بد بخت نہیں رہ سکتا؟

اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ قَالَ لِي يَا عُمَرُو أَتَدْرِي مَنْ السَّائِلُ قُلْتُ
 اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ لِيُعَلِّمَكُمْ دِينَكُمْ
 پھر حضور نے فرمایا۔ اے عمر! کیا جانتے ہو سائل کون تھا۔ میں نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کا رسول

بہتر جانتے ہیں فرمایا یہ جبریل تھے تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔
 ثابت ہوا کہ ائمہ کا دین نین اجزاء سے مرکب ہے۔ ایمان۔ اسلام اور احسان۔ احسان کے
 بغیر اسلام مکمل نہیں ہوتا۔ احسان (سلوک و تصوف) عین دین ہے بلکہ دین کی روح ہے۔
 تفہیمات الہیہ میں حضرت مولانا شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ یہ تیسرا فن مقاصد شرعیہ کے
 مأخذ کے لحاظ سے بہت باریک اور گہرا ہے اور تمام شریعت کیلئے اس فن کی وہی حیثیت ہے
 جو جسم کے لیے روح کی ہے۔ اور لفظ کیلئے معنی کی ہے۔

حدیث جبریل کی تاریخی حیثیت اس اہمیت میں اور بھی اضافہ کرتی ہے جبرائیل علیہ السلام
 کا انسانی صورت میں آکر یہ کلام کرنا اس زمانے کا واقعہ ہے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 حجۃ الوداع سے واپس آچکے تھے۔ دین کی تکمیل ہو چکی تھی۔ گویا ایک ہی مجلس میں دین کا خلاصہ
 جبرائیل علیہ السلام کی زبانی سنوا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے کہلوادیا کہ دین
 مرکب ہے تین امور سے۔ جیسے مغرب کی نماز کی تین رکعات ہیں اگر کوئی دو رکعتیں ادا
 کرے اور تیسری رکعت ادا نہ کرے تو اسکی نماز ہی نہ ہوگی۔ اسی طرح جب قلبی
 احوال۔ اخلاص، توکل، انصاف، مشاہدہ حق کو چھوڑ دیا تو دین مکمل نہ ہوگا۔

صبح و شام کے وظائف

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے اسکا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہی ہے۔

الْحَمْدُ يَحْيَى وَيُمِيتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى

اسی کی تمام تعریفیں ہیں وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے سب بھلائی اسی کے ہاتھ میں ہے اور ہر

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ دس بار

چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

اللَّهُمَّ أَجِرْنِي مِنَ النَّارِ سات بار

اے اللہ مجھے جہنم سے بچا دے

سید الاستغفار

اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِي وَأَنَا

اے اللہ آپ میرے رب ہیں آپ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں آپ نے مجھے پیدا فرمایا ہے

عَبْدُكَ وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ

اور میں آپ کا بندہ ہوں اور میں آپ کے عہد اور وعدے پر قائم ہوں جتنی کہ میں طاقت رکھتا

أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتَ أَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ

ہوں میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں اس چیز کی برائی سے بچنے کیلئے جو میں نے کیا ہے میں آپ کے احسانات

عَلَىٰ وَأَبُو عَبْدِ نَبِيٍّ فَأَغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ

کو جو اپنے مجھ پر فرمائے میں مانتا ہوں اور اپنے گناہوں کا بھی اقرار کرتا ہوں پس آپ مجھے

إِلَّا أَنْتَ۔ صبح و شام ایک ایک بار یا تین تین بار پڑھیں۔

بخش دین کیونکہ آپ کے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی اس استغفار کو صبح یقین کے ساتھ پڑھے

اور شام تک مرجائے تو وہ جنتی ہوگا۔ اور اگر شام کو یقین کے ساتھ پڑھے اور

صبح تک مرجائے تو وہ اہل جنت میں سے ہوگا۔ اور ایک روایت میں ہے۔

کہ اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ

البتہ تحقیق تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک ایسے رسول شریف لایا ہے میں جن پر بہت شاق

مَا عَنَّا حَرْيٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ

ہے وہ بات جس سے تم شفقت میں پڑو تمہاری بھلائی کے بہت چاہنے والے ہیں ایمان والوں

السَّحِيمِ۔

تین بار۔ صبح و شام

پر بڑے شفیق و مہربان ہیں۔

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ۔ صبح و شام تین تین بار

اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور تو بہترین رحم کرنے والا ہے۔

سورہ یس ایک بار بعد از نماز فجر۔

یا تین بار۔

درود شریف ————— سو بار ————— کلمہ تمجید ————— سو بار

اَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَ

میں بخشش مانگتا ہوں اس اللہ سے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ زندہ قائم

اَتُوبُ إِلَيْهِ . ————— سو بار

رہنے والا ہے اور میں اسکی طرف توبہ کرتا ہوں۔

يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ ————— تین سو بار

درود شریف ————— سو بار

بعد از نماز عصر بھی ————— سو بار استغفار پڑھیں اول و آخر گیارہ بار

درود شریف پڑھیں

سوئے وقت چارپائی پر بیٹھ کر یہ پڑھیں۔ سورہ فاتحہ۔ سورہ بقرہ
الح سے لیکر المفلحون تک۔ آیتہ الکرسی۔ امن الرسول سے آخر سورہ
بقرہ تک۔ ایک ایک بار پھر چاروں قُل پڑھ کر ہاتھوں پر دم کریں اور
ہاتھ تمام بدن پر پھیریں۔ یہ عمل تین بار کریں۔ پھر یہ پڑھیں

رَبِّ قَنِ عَذَابِكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ اور

اے میرے رب مجھے اپنے عذاب سے بچائیو جن روز آپ اپنے بندوں کو دوبارہ اٹھائیں گے

اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوتُ وَاَحْيَا

اے اللہ میں آپ کے نام سے مریں اور جیتا یعنی سوتا اور جاگتا ہوں

جب سو کر اٹھیں تو یہ پڑھیں

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَحْيَانِي بَعْدَ مَا أَمَاتَنِي وَإِلَيْهِ النُّشُورُ

شکر ہے اللہ کا جس نے مجھے زندہ کیا بعد مار دینے کے اور اسی کی طرف اٹھنا ہے

بیت الخلاء میں جاتے وقت کی دعا

بیت الخلاء میں پہلے بائیں پاؤں اندر رکھیں اور یہ پڑھیں

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

اے اللہ میں آپ سے پناہ مانگتا ہوں گندگی اور گندوں سے بچنے کے لیے

بیٹھتے وقت بائیں پاؤں کھڑا کر کے اس پر جسم کا بوجھ ڈالنا چاہیے۔ مٹی کے
ٹوہیلوں یا کسی جاذبِ حیر سے اور پیر یا فی سے اچھی طرح پاکیزگی حاصل کرنی چاہیے
باہر آتے وقت یہ دعا پڑھیں۔

عَفِّرْ اَنكَ - الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي اَذْهَبَ عَنِّي الْاَذَى

اے اللہ میں تیری بخشش مانگتا ہوں۔ تمام تعریضیں اس اللہ کی ہیں جس نے مجھ سے تکلیف کو دور فرمایا

وَعَافَانِي

اور مجھے عافیت بخشی

وضو میں کوشش بلخ کریں کہ کسی عضو کا کوئی حصہ خشک نہ رہ جائے اور

حتی الامکان وہ مستحب دعائیں ہر رکن وضو کے وقت ضرور پڑھیں جو اکثر کتابوں

میں مذکور ہیں۔

ہاتھ دھوتے وقت یہ پڑھیں

بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى دِينِ الْإِسْلَامِ الْإِسْلَامُ

اللہ کے نام سے اور تمام تعریف اللہ کی ہے دین اسلام پر اسلام

حَقٌّ وَالْكَفْرُ بَاطِلٌ الْإِسْلَامُ نُورٌ وَالْكَفْرُ ظُلُمَةٌ

حق اور کفر باطل ہے اسلام نور ہے اور کفر ظلمت ہے

حدیث شریف میں ہے کہ وہ نماز جو ایسے وضو سے پڑھی جائے جس میں

رستہ سمجھ کر مسواک کی گئی ہے ستر گنا بہتر ہے اس نماز سے جس کے وضو

میں مسواک نہ گئی ہو۔

کلی کرتے وقت یہ پڑھیں

اَللّٰهُمَّ اَعِزِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ

اے اللہ میری مدد فرما اپنے ذکر اور شکر پر اور اپنی عبادت کی خوبی پر

وَتِلَاوَةِ كِتَابِكَ وَصَلَاةٍ عَلٰى حَبِيْبِكَ

اور اپنی کتاب کی تلاوت پر اور اپنے حبیب پر وود پڑھتے پر

ناک دھوتے وقت یہ پڑھیں

اَللّٰهُمَّ اَرْحِنِيْ رَاحَةَ الْجَنَّةِ

اے اللہ مجھے جنت کی خوشبو ملے

منہ دھوتے وقت یہ پڑھیں

اللَّهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِي بِنُورِكَ يَوْمَ تَبْيِضُ وُجُوهُ أَوْلِيَاءِكَ

اے اللہ میرے چہرے اپنے نور سے روشن کر دیجو جس روز تیرے دوستوں کے چہرے روشن

دایاں بازو دھوتے وقت یہ پڑھیں

اللَّهُمَّ آعْطِنِي كِتَابِي بِيَمِينِي وَحَاسِبْنِي حِسَابًا يَسِيرًا

اے اللہ مجھے میرا نامہ اعمال میرے دائیں ہاتھ میں عطا فرما یا اور مجھے آسان حساب لکھو

بایاں بازو دھوتے وقت پڑھیں

وَلَا تُعْطِنِي كِتَابِي بِشِمَالِي وَلَا مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي

اور میرا اعمال نامہ میرے بائیں ہاتھ یا پیٹھ کے پیچھے سے نہ دیجو

سر کا مسح کرتے وقت پڑھیں

اللَّهُمَّ أَظِلَّنِي تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّكَ

اے اللہ مجھے اپنے عرش کے سایہ میں رکھو جس روز آپ کے عرش کے سائے کے سوا کوئی

عَرْشُكَ

سایہ نہیں ہوگا

کانوں کا مسح کرتے وقت پڑھیں

اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ

اے اللہ مجھے ان لوگوں میں سے کر دے جو بات کو سنتے (قبول کرتے) ہیں اور پھر اسکی

احسنہ

بہت اچھی طرح پیروی کرتے ہیں

گزشتہ دن کا مسح کرتے وقت پڑھیں

اللَّهُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِي عَنِ النَّاسِ

اے اللہ میری گروں کو جہنم سے آزاد فرما دیجئے

دایاں پاؤں دھوتے وقت پڑھیں

اللَّهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِي عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ تَرِلُّ الْأَقْدَامُ

اے اللہ میرے قدم ثابت رکھو بل صراط پر جس روز پھیلیں گے قدم

بایاں پاؤں دھوتے وقت پڑھیں

اللَّهُمَّ اجْعَلْ سَعْيِي مَشْكُورًا وَذَنْبِي مَغْفُورًا وَتِجَارَتِي

اے اللہ میری سعی کو مشکور اور میرے گناہوں کو بخشا ہوا اور میری تجارت کو

لَنْ تَبُورَ

نہ برباد ہونے والی کر دے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص وضو کے بعد کلمہ شہادت پڑھے اس کے لیے آٹھوں دروازے بہشت کے کھولے جاتے ہیں جن سے چاہے داخل ہو جائے۔
سورہ انا انزلنا ایک یا تین بار پڑھے پھر یہ دعا کرے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ

اے اللہ مجھے توبہ کرنے والوں سے بنا دیجئے اور پاکیزہ لوگوں میں سے بنا دیجئے
وَاجْعَلْنِيْ مِنْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الدّٰثِرِيْنَ
اور مجھے اپنے نیک بندوں میں سے کر دیجئے اور مجھے ان لوگوں میں سے کر دیجئے

لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

جن کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

دوستوں کیلئے نصیحت ہے کہ ۱۔ دین کی معلومات بڑھاتے رہنے میں کوشش کرتے رہا کریں۔ ۲۔ اپنی اولاد میں کم از کم ایک بچے کو دین کے لیے وقف کر دیں کہ وہ علم دین پڑھے اور اسی کی اشاعت میں زندگی گزار دے۔ ۳۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو اپنی اولاد میں سے ایک بچے کو قرآن مجید کا حافظ ضرور بنانے کی کوشش کریں۔

